خاص نمبر

سالانہ اجتماع کے افتتاح کا ایک منظر

ستمبر، اکتوبر 1956

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

ایڈیٹر

محمد شفیع اشرف

معاون

امین اللہ خان

خادم کا عہد

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

واشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ

میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی، قومی اور ملی مفاد کی خاطر میں اپنی جان مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہونگا۔ اسی طرح خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہونگا۔ اور خلیفۂ وقت جو بھی معروف فیصلہ کرینگے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھونگا۔ آمین اللهم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ٹیلیفون نمبر ۴۸ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۸۳

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ **خالد** ربوہ

خاکش غبار

ایڈیٹر محمد شفیع اشرف
معاون امین اللہ خان سالک

بدل اشتراک
سالانہ ساڑھے چار روپے
قیمت فی پرچہ ۱۲ آنے

ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۷ء نمبر ۶

مندرجات

گزارشات

سالانہ اجتماع کے موقعہ پر "خالد" کا خاص نمبر احباب کی خدمت میں پیش ہے۔ یہ پیشکش کس حد تک کامیاب ہے اس کا اندازہ بہرحال قارئین کے اُن تاثرات سے ہی ہو سکتا ہے جن کا اظہار اس کے ملاحظہ و مطالعہ کے بعد اُن کی طرف سے ہوگا۔ تاہم جہاں تک ہمارا اپنا سوال ہے ہمیں اس پیشگی اعتراف میں بھی قطعاً کوئی جھجک نہیں کہ ہماری تمام تر کوششوں کے باوجود جہاں اس میں بعض نمایاں خوبیاں ہیں وہاں اسکی ترتیب و تشکیل میں بعض واضح خامیاں اور نقائص بھی باقی رہ گئے ہیں لیکن اس قدر تسلی ضرور ہے کہ ہمارا یہ تجربہ انشاء اللہ آئندہ کے لئے ضرور مفید رہے گا۔ اور جو کوتاہیاں ہم خود محسوس کر رہے ہیں انکو آئندہ ملحوظ رکھ کر رسالہ کو اُن سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کی جائیگی انشاء اللہ

مجھے اس امر پر انتہائی افسوس اور ندامت ہے کہ ہم اس شمارہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک غیر مطبوعہ تقریر جو حضور نے ۱۹۵۵ء میں خدام سے خاص خطاب فرماتے ہوئے فرمائی تھی حسب وعدہ اس کا تفصیلی خلاصہ اس شمارہ میں شائع نہیں کر سکے۔ ایسا کرنے میں بعض ایسی مشکلات آپڑی تھیں جن پر ہم پرچہ لیٹ کرنے کے باوجود بھی قابو نہیں پا سکے اور اب جن کا اظہار بھی چنداں مناسب نہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ اسی شمارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے افاضاتِ نظم و نثر کے علاوہ اجتماع کے متعلق حضور کی ہدایات پر مشتمل مضمون جس میں حضور کی اب تک کی بعض غیر مطبوعہ تقاریر سے بھی اقتباسات لئے گئے ہیں ایک حد تک اس کمی کو دور کر دیں گے۔ انشاء اللہ

یہ امر ادارہ "خالد" کی نہایت خوش قسمتی اور "خالد" کے روشن مستقبل کی ایک دلیل ہے کہ اس دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس خاص نمبر میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ، حضرت مرزا شریف احمد صاحب مدظلہ، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب، محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب، مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس اور سلسلہ کے دوسرے ممتاز اہلِ قلم حضرات حصہ لے رہے ہیں۔ اِن تمام بزرگوں کا میں انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے ہماری درخواست کو شرفِ پذیرائی بخشتے ہوئے "خالد" کے خاص نمبر کے لئے اپنے پیغامات اور اپنی نگارشات سے ہمیں نوازا۔ اور در اصل اس شمارہ کی یہی وہ خصوصیت ہے جس نے اسے باقی تمام پرچوں سے ممتاز کر دیا ہے۔ اور ہمارے لئے جائز فخر کا ایک موقعہ پیدا کر دیا ہے

یہ امر بھی یقیناً قابلِ ذکر ہے کہ خالد کے اس شمارہ میں جن حضرات نے نظم و نثر کی صورت میں حصہ لیا ہے اُن کی اکثریت ایسی ہے جن سے "خالد" پہلی بار مستفید ہو رہا ہے مجھے اُمید ہے کہ اگر ان بزرگوں کی طرف سے یہ سلسلہ جاری رہا اور ان کے علاوہ بعض اور بزرگ مثلاً محترم قاضی محمد اسلم صاحب صدر شعبہ نفسیات کراچی یونیورسٹی جنہوں نے خالد کے لئے آئندہ لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے شفقت فرماتے رہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے "خالد" اپنی اغراض کی تکمیل میں پوری طرح کامیاب رہے گا اور سلسلہ کے جرائد میں اسے نمایاں مقام حاصل ہو جائے گا۔

مضامین کا انتخاب کئی پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے۔ "اسماء الٰہیہ اور اس کے صحیح معنے" حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا غیر مطبوعہ مضمون ہے جو اپنے اندر تبرک کا رنگ رکھنے کے علاوہ روحانی، علمی اور تربیتی لحاظ سے نہایت مفید اور قیمتی چیز ہے۔ اجتماع کی مناسبت کے لحاظ سے اجتماع کے متعلق حضور کی ہدایات ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں تا کہ خدام انہیں بیک نظر دیکھ کر ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ "خدام الاحمدیہ کے بیس سال" مجلس کی اس وقت تک کی مختلف مساعی کا ایک ہلکا سا خاکہ ہے جس میں زیادہ تفصیل کے ساتھ رنگ بھرے جا سکتے ہیں اور جس کے لئے صاحبِ مضمون نے اپنے ابتدائی نوٹ میں خود وعدہ کیا ہے۔ "اسلام اور اخلاقی اقدار" ایک نئے رنگ کا لکھا ہوا مفید علمی اور اخلاقی مقالہ ہے اور اخلاقی قدروں کے اسلامی امتیازات کو بڑی وضاحت سے ہمارے سامنے لاتا ہے۔ "روحانی صحت کے لئے جسمانی صحت کی اہمیت" نوجوانوں کیلئے بڑا قیمتی اور قابلِ قدر مضمون ہے، جو عملی ہدایات کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ "تبلیغ دین کے لئے وسیع پیمانے پر علمی ریسرچ کی ضرورت" خدام کے لئے تحقیق و تجسس کی بعض نئی راہیں کھولنے کا باعث اور محرک ثابت ہو سکتا ہے۔ "فارغ اوقات کے مفید مشاغل" کامیاب فنی مشوروں کے ساتھ ہمیں وقارِ عمل اور زائد آمد پیدا کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ "پسرِ موعود کی پیشگوئی اور خدام الاحمدیہ"، "قدرتِ ثانیہ اور خدام الاحمدیہ"، "خدامِ احمدیت" اور "ہمارا عہد" خدام کے فرائض اور ذمہ داریوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ "بادلوں کا مالک" اور "پھول اور کانٹے" قابلِ تعریف افسانوی انداز میں اپنے اندر مُدعا اور نوجوانانِ احمدیت کے خدمتِ دین کے عزم کی اہمیت اور عظمت کے آئینہ دار ہیں۔ "پھول اور کانٹے" کا پس منظر خدام الاحمدیہ کراچی کا سالانہ اجتماع ہے جو گزشتہ سال کراچی کی ایک نواحی بستی مالیر میں منعقد ہوا تھا۔

"یورپ اور افریقہ میں جماعت احمدیہ کی تعمیر کردہ مساجد" کا باتصویر نیچر خالد کے ظاہری حسن میں اضافہ کے علاوہ تبلیغی اور اشاعتی اعتبار سے بھی نہایت دلچسپی اور افادیت کا حامل ہے۔ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منصب سلطان القلم اور ہم" ایک نئے زاویہ سے ہمارے رسائل و جرائد اور خود ہمارے لکھنے والوں کو غور و فکر کی دعوت دے رہا ہے۔

حصۂ نظم میں اس دفعہ تقریباً جماعت کے ہر طبقہ کے دوست شامل ہیں۔ حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب، حضرت قاضی اکمل صاحب، محترم قاضی محمد یوسف صاحب اور مکرم تنویر صاحب اگر سلسلہ کے پرانے بزرگوں اور لکھنے والوں میں سے ہیں تو اس کے مقابل پر سلسلہ کے نوجوانوں میں سے مکرم ثاقب زیروی صاحب، مکرم اختر صاحب، مکرم آ۔ حمید صاحب، مکرم تسمیل صاحب، مکرم مبشر احمد صاحب راجیکی اور بعض دوسرے احباب بھی شامل ہیں۔ منظومات مختلف نوعیت کی ہیں اور خیال ہے کہ احباب ذوق اس تنوع سے بھی پورا پورا حظ اٹھائیں گے۔

مجھے بعض اپنے ایسے دوستوں سے بھی نہایت ادب سے دلی معذرت کرنا ہے جن سے میں نے خصوصیت کے ساتھ "خالد" کے خاص نمبر کے لئے لکھنے کی درخواست کی تھی اور انہوں نے نظم و نثر کی صورت میں اپنی نگارشات بھجوا بھی دی تھیں لیکن بعد میں کئی قسم کی مجبوریوں کی وجہ سے ہم انہیں اس شمارہ میں شائع نہیں کر سکے۔ اسے کاش کہ رسالہ کا حجم

بڑھ جاتا اور مجھے اپنے دوستوں کی جائز طبعی اور جذباتی تکلیف پر اس معذرت کی نوبت نہ آتی۔ میں ایسے تمام دوستوں کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں یقین دلاتا ہوں کہ اُن کی نگارشات "خالد" کے لئے سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں جن سے آئندہ زیادہ اہمیت کے ساتھ خالد اپنی زینت کا سامان کرے گا۔

آخر میں میں اپنے تمام قارئین سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اُن کا تعاون اور اُن کی دلچسپی ہی خالد کی کامیابی اور بہتری کی ضامن ہیں۔ اس تعاون اور اس دلچسپی کا صحیح اظہار تو رسالہ کی قلمی اور مالی اعانت سے ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ بھی ہو تو صرف "خالد کی خریداری" اور خالد کی بہتری کے لئے تحریری مشورے اور تجاویز بھی ہمارے لئے کم مفید نہیں۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ اگر ہمارے قارئین حسب استطاعت اپنے اس فرض کو ادا کرتے رہیں تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے "خالد" کی کامیابی اور ترقی ایک یقینی امر ہے۔ انشاء اللہ

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حافظ و ناصر ہو۔

خاکسار

محمد شفیع اشرف

مدیر ماہنامہ "خالد"

عہدہ دارانِ مجلس مرکزیہ برائے سال ۵۶-۱۹۵۵ء

خدام الاحمدیہ کا سال یکم نومبر سے شروع ہوتا ہے۔ سال آئندہ کے لئے محترم نائب صدر صاحب نے مورخہ ۲۱/۹/۵۵ کو مندرجہ ذیل عہدہ داران سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی منظوری سے نامزد فرمائے ہیں۔ یہ عہدہ دار یکم نومبر ۱۹۵۵ء سے اپنے عہدوں کا چارج لیکر کام شروع کر دیں گے۔ (معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

عہدہ	نام	عہدہ	نام
معتمد و مہتمم خدمت خلق۔	سید داؤد احمد صاحب	مہتمم وقار عمل۔	مرزا خورشید احمد صاحب
مہتمم تعلیم و ذہانت۔	مولوی محمد شفیع صاحب اشرف	" مجالس بیرون	شیخ مبارک احمد صاحب
" تربیت و اصلاح۔	مولوی غلام باری صاحب سیف	" اصلاح و ارشاد۔	چوہدری شبیر احمد صاحب
" مال۔	ملک محمد رفیق صاحب	" اشاعت۔	مولوی بشارت احمد صاحب بشیر
" صحت جسمانی۔	چوہدری محفوظ الرحمٰن صاحب	" تجنید۔	صوفی بشارت الرحمٰن صاحب
" صنعت و حرفت و تجارت۔	چوہدری سمیع اللہ صاحب سیال	" عمومی	مبارک مصلح الدین صاحب
" تحریک جدید۔	قریشی فیروز محی الدین صاحب	نائب معتمد۔	سید عبد الباسط صاحب
" اطفال۔	مولوی خورشید احمد صاحب شاد	محاسب۔	چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اُسوقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ سچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں، وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یاد رکھو، کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔ جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہو گی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے، نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دُکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجے پر ہوں۔ ہر ایک جو تم میں سُست ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائیگا اور حسرت سے مریگا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے وہ اسکے پاس آجاتا ہے جو اسکے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے۔"

(کشتی نوح)

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا

افاضہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

اگر یاراں کنوں بر غربتِ اسلام رحم آید
باصحابِ نبی نزدِ خدا نسبت شود پیدا

اگر امروز فکرِ عزتِ دیں در شما جوشد
شمارا نزدِ اللہ رتبت و عزت شود پیدا

اگر دستِ عطا در نصرتِ اسلام بکشائید
ہم از بہرِ شما ناگہ یدِ قدرت شود پیدا

زبذلِ مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

بجو از جان و دل تا خدمتے از دستِ تو آید
بقائے جاوداں یابی گر ایں شربت شود پیدا

بمفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصرِ دین است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

خدام الاحمدیہ کا کام

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا نوجوانانِ احمدیت سے خطاب

"مَیں جماعت کے نوجوانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ سلسلہ احمدیہ کے سپرد ایسے کام کئے گئے ہیں جو دنیا میں عظیم الشان انقلاب پیدا کرنے والے ہیں۔ موجودہ دنیا کی کایا پلٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ دنیا کی تہذیب اور دنیا کے تمدن کی عمارت جو اسوقت قائم ہے اس کی صفائی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کی لپائی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کے پوچنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس پر رنگ اور روغن کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کا پلستر بدلنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بھیجے گئے اس کی چھت پر مٹی ڈالنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کی کانسوں کو درست کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کے ٹوٹے ہوئے فرش کو بدلنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اسلئے بھیجا ہے کہ توڑ دو اس تہذیب اور تمدن کی عمارت کو جو اس وقت کھڑی ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دو اس قلعہ کو جو انسانوں نے اس ہی بنا لیا ہے۔ اسے زمین کے ساتھ لگا دو۔ بلکہ اس کی جڑ ہی اکھیڑ کر پھینک دو۔ اور اس کی جگہ وہ عمارت کھڑی کرو جس کا نقشہ مَیں تمہیں دیتا ہوں۔ یہ کام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ اور اس کام کی اہمیت بیان کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کے جس گوشے میں ہم جائیں، دنیا کی جس گلی میں سے ہم گزریں، دنیا کے جس گاؤں میں ہم اپنا قدم رکھیں، وہاں ہمیں جو کچھ نظر آتا ہے اس سب کو توڑنا اور اس سب کو تباہ کر دینا اور اس سب کو برباد کر دینا ہمارا مقصد ہے اور پھر صرف توڑنا اور برباد کرنا ہی کام نہیں بلکہ اسکی جگہ نئی عمارت بنانا جو قرآن کریم کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق ہو ہمارا کام ہے۔"

"تم ...... اسلام کا کامل نمونہ بن جاؤ۔"

(الفضل ۱۳؍اپریل ۱۹۳۸ء)

کلامُ الامام

افاضات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آؤ تمہیں بتائیں محبت کے راز ہم
چھیڑیں تمہاری رُوح کے خوابیدہ ساز ہم

میدانِ عشق میں ہیں رہے پیش پیش وہ
محمود بن گئے وہ بنے جب ایاز ہم

بطحا سے نکلے وہ کبھی سینا سے آئے وہ
جدّت طراز وہ ہیں کہ جدّتِ طراز ہم

ایسی وفا ملے گی ہمیں اور کس جگہ
آئیں گے ان کے عشق سے ہرگز نہ باز ہم

وہ آئے اور عشق کا اظہار کر دیا
پڑھتے رہے اندھیرے میں چھُپ کر نماز ہم

عشقِ صنم سے عشقِ خدا غیر چیز ہے
اِس راہ کے جانتے ہیں نشیب و فراز ہم

اِک ذرّہ حقیر کی قیمت ہی کیا بھلا
کرتے ہیں ان کے لطف کے بل پر ہی ناز ہم

گاتے ہیں جب فرشتے کوئی نغمہ جدید
ہاتھوں میں تھام لیتے ہیں فوراً ہی ساز ہم

پیغامات

منجانب :-

- حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی
- حضرت مرزا شریف احمد صاحب مدظلہ العالی
- حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ
- حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ــــ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

"مجھے بتایا گیا ہے کہ اکتوبر میں رسالہ خالد کا خاص نمبر شائع ہو رہا ہے۔ قوموں کی ترقی میں نوجوانوں اور خواتین کا خاص حصہ ہوا کرتا ہے اگر کسی قوم کے یہ دو طبقے علمی اور اخلاقی اور روحانی لحاظ سے مسلسل ترقی کر رہے ہوں اور علم و عمل کے لحاظ سے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں تو ایسی قوم خدا کے فضل سے کبھی بھی تنزل کا مونہہ نہیں دیکھتی اور اس کا ہر قدم بالا سے بالا تر اٹھتا چلا جاتا ہے۔ پس مَیں جماعت کے نوجوانوں یعنی خدام الاحمدیہ سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پہچانیں اور اپنے علم و عمل اور تقریر و تحریر اور تنظیم و تربیت کے ذریعہ آگے بڑھتے چلے جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے کہ:-

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا　٭　بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

بلکہ حق یہ ہے کہ نوجوان کے لفظ سے دل کا نوجوان مراد ہے نہ کہ محض جسم کا نوجوان۔ اگر کوئی شخص بظاہر نوجوانی کی عمر میں ہوتے ہوئے بوڑھوں کی طرح مضمحل اور کسل مند رہتا ہے تو وہ نوجوان ہوتے ہوئے بھی بوڑھا سمجھا جائیگا اور اس کے مقابل پر ایک عمر رسیدہ شخص جو ضعف پیری کے باوصف اپنی قوت عمل اور امنگ اور ہمت کے لحاظ سے جوان ہے تو اسے بوڑھا ہونے کے باوجود نوجوان خیال کیا جائیگا۔ اس صورت میں ایسے نوجوانوں کی حالت کس قدر افسوس کے قابل ہوگی جو نوجوان ہوتے ہوئے بھی عملاً بوڑھوں کی صف میں کھڑے ہوں۔ کاش ہماری جماعت کے بوڑھے جوان بنیں اور جماعت کے جوان اپنی اٹھتی ہوئی امنگوں کے ساتھ اپنے اندر نوجوانوں والا گرم خون پیدا کریں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

فقط والسلام۔

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد ربوہ

حضرت مرزا شریف احمد صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـــــ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلی عبدہ المسیح الموعود

"ایڈیٹر صاحب ماہنامہ خالد نے مجھے بتایا ہے کہ خدام الاحمدیہ کے اجتماع کے موقع پر اُن کے رسالہ کا خاص نمبر شائع ہو رہا ہے اور ساتھ ہی اُنہوں نے مجھ سے باصرار خواہش کی ہے کہ میں اس خاص نمبر کے لئے خدام الاحمدیہ کے نام انہیں کوئی پیغام دوں۔

میری طبیعت آجکل بالعموم خراب رہتی ہے۔ نیز اپنے دوسرے فرائض کی وجہ سے میں فی الحال اس قابل تو نہیں ہوں کہ انکی اس خواہش کی تعمیل میں کوئی لمبا مضمون لکھ سکوں البتہ ثواب اور نصیحت کے نقطۂ نگاہ سے اس موقع پر مختصراً اپنے عزیز نوجوانوں اور خدام الاحمدیہ کے ممبروں سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے نام پر بار بار غور کرتے رہیں اور اس کی معنوی حیثیت کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ اُن کا نام "خدام الاحمدیہ" ہے اور یہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا تجویز فرمودہ ہے۔ ہر باغیرت شخص اور ہر باوقار تنظیم کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے نام پر حرف نہ آنے دے۔ بلکہ جس حد تک ممکن ہو اس کی لاج رکھے۔ خدام الاحمدیہ کا بھی فرض ہے کہ وہ غیرت اور وقار کا ثبوت دیں اور ہمیشہ اپنے نام کی لاج رکھیں۔ وہ کوشش کریں کہ اپنے قول اور فعل سے صحیح معنوں میں احمدیت کے سچے اور مخلص خادم ثابت ہوں اور جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا تھا باقی دنیا اور بنی نوع انسان کے لئے بھی وہ عام خادم نہیں بلکہ احمدیت کے معیار کے مطابق خدمت کرنے والے بنیں۔

اسوقت جماعت کے پرانے بزرگ جنکی وجہ سے جماعت میں روحانیت اور علم و عرفان کی رَو تیز تر تھی آہستہ آہستہ کم ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی اپنی جوانی اور بڑھاپے میں سلسلہ کی نہایت قابلِ قدر اور

قابلِ رشک خدمات سرانجام دی ہیں۔ اب یہ نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اس معیار کو قائم رکھنے کے لئے آگے آئیں اور کوشش، ہمت، قربانی، اخلاص اور تقویٰ سے کام لیکر اس کمی کو پورا کرتے رہیں تا وہ اپنے بزرگوں کے سچے جانشین ثابت ہوں اور سلسلہ کی ترقی اور برتری کی رفتار میں کسی قسم کی روک نہ آئے۔

اسی طرح خدام الاحمدیہ کا رسالہ "خالد" جس کا یہ خاص نمبر شائع ہو رہا ہے اس کا نام بھی اگر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدر صحابی حضرت خالدؓ کے نام نامی پر ہے تو انہیں اس کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ حضرت خالدؓ نے اپنی تلوار کے ذریعہ اسلام کی جو خدمت کی ہے اس کا ذکر ہمیشہ آب و تاب سے دُنیا کی تاریخ میں محفوظ رہے گا۔ آج بیشک تلوار کا وہ زمانہ تو نہیں تاہم اسلام کی یہی خدمت ہم قلم کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجّت پامال
سَیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

خدام الاحمدیہ کے ممبروں کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے رسالہ کو محض نام کا خالد نہ رکھیں بلکہ اپنے قلم سے اسے کام کا خالد بھی ثابت کریں۔ اِس وقت اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے ایک نہایت وسیع علمی میدان ہمارے سامنے ہے اور یقیناً اِس رسالہ کے ذریعہ بھی نہایت اعلیٰ رنگ میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو اور ہمیشہ اپنی تائید و نصرت سے نوازتا رہے۔ آپ لوگ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمارے دلوں کی تسکین ہیں۔ والسلام

خاکسار
مرزا شریف احمدؐ
ربوہ

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے (آکسن) نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

یہ بڑی واضح حقیقت ہے کہ صحیح اور صالح اعتقاد کے بغیر عمل صالح ممکن نہیں اور عمل صالح کے بغیر اعتقاد صالح بے فائدہ ہے۔ عمل صالح اور اعتقاد صالح کا مضبوط تعلق اس کرمِ حقیر کو جسے ہم انسان کہتے ہیں **اشرف المخلوقات** کے مقام تک پہنچاتا ہے! احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں ہم اعتقادِ صالح کا علم حاصل کرتے ہیں اور اسلامی تنظیم جو اس وقت ہم میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی شکل میں قائم ہے اور خدام الاحمدیہ کی تنظیم جس کی ایک شاخ ہے ہمیں اعمالِ صالحہ کی طرف تحریک کرتی اور اُن کی بجا آوری کی توفیق بخشتی ہے۔

خدام الاحمدیہ کا ہر رُکن خادمِ اسلام اور خادمِ انسانیت ہے، وہ اپنی انتہائی کوشش سے اپنے اندر اپنے آقا و پیشوا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ پیدا کرتا ہے وہ دوسروں کے دُکھوں کو اپنا دُکھ سمجھتا اور اُنہیں دُور کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ مصیبت زدگان کی اپنے وقت اور مال سے امداد کرتا ہے۔ وہ بیواؤں کے گھروں میں سودا سلف لا کر دیتا ہے۔ وہ یتیموں اور حاجتمندوں کے کام آتا ہے۔ وہ بے راہروؤں کو وقارِ عمل سے راہ پر لاتا ہے۔ اور اور بھی بہت سے ایسے کام کرتا ہے جن سے لوگوں کی مادی تکالیف دُور ہو کر اُن کی راحت اور سکون کا سامان پیدا ہو۔ اور اس سے بھی بڑھ کر وہ اپنے ستار اور غفار خدا کو یاد رکھتے ہوئے دوسرے لوگوں کی عیب جوئی اور عیب گیری اور نکتہ چینی سے پرہیز کرتا ہے۔ وہ غیبت نہیں کرتا۔ وہ اتہام نہیں لگاتا۔ وہ دُنیا کی نگاہ میں گرے ہوئے

انسانوں کو تحقیر سے یاد نہیں کرتا وہ دوسروں کے لئے اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ ہر اچھے خُلق کو اپنے اندر پیدا کرنے کی پوری سعی کرتا ہے اور اُن نیکیوں کی طرف قدم مارتا ہے جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہیں۔ یہ سب کچھ وہ اسلئے کرتا ہے کہ تا اپنے لئے اپنے محبوب آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں محبت اور عزت کی جگہ حاصل کر سکے۔

یہی ایک خادم کا مقام ہے جس کے مقابل پر وہ دُنیا کے مال و منال، دُنیا کی جاہ و عزت، دُنیا کے وقار اور دُنیا کی خوشیوں اور خوشنودیوں کو ٹھکراتا ہے اور انہیں روندتا ہوا گزر جاتا ہے۔ وہ اپنے نفس کے سُکھ اور چَین کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر خادم کا اصل مقام اُسے حاصل ہو جائے، اگر سرخروئی کے ساتھ اُسے اپنے آقا کے قدموں میں جگہ مل جائے تو یہی اس کی معراج اور یہی اس کی خوش نصیبی ہے اور دُنیا میں اُس سے بڑھ کر اور کوئی خوش قسمت نہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں یہ مقامِ خدمت حاصل ہو جائے۔

پس جماعت کے نوجوانوں اور خدام الاحمدیہ کے اراکین کے نام میرا پیغام اگر کوئی ہے تو وہ یہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اسی مقام کے حصول کیلئے اپنا تن من دھن صرف کر دے اور اپنی پوری عملی کوششوں کے ساتھ ہمیشہ اِس دُعا میں مصروف رہے کہ اس کا خدا ہمیشہ اس کے ساتھ ہو اور اپنے فضل سے اُسے اس مقام کے حصول کی توفیق بخشتا رہے۔

این است کامِ دل اگر آید میسرم

خاکسار

مرزا ناصر احمد۔ ربوہ۔

حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

رسالہ خالد کے ایڈیٹر صاحب نے مجھ سے خواہش ظاہر کی ہے کہ خالد کے ماہ اکتوبر کے پرچہ کیلئے آپ لوگوں کے نام کوئی پیغام لکھ کر دوں۔ جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے یہ پرچہ خاص اجتماع نمبر کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

جب کسی رسالہ کا خاص نمبر شائع کیا جاتا ہے تو اسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس واقعہ یا موقعہ جس کیلئے یہ نمبر شائع کیا جائے اسکی اہمیت رسالہ کے پڑھنے والوں کے ذہن نشین کرائی جائے اور یہی مقصد غالباً اس نمبر کی اشاعت کا بھی ہے کہ آپ لوگوں کے دلوں میں خدام کے سالانہ اجتماع اور خدام الاحمدیہ کی عمومی اہمیت واضح کی جائے۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض نوجوانانِ احمدیت کو اسلام کے صحیح خادم بنانا ہے یعنی آپ لوگ اسلام کے خادم ہیں اور اسلام کے خادم ہونیکی حیثیت سے تمام بنی نوع انسان کے خادم ہیں۔ مگر خادم کو صحیح خادم بننے کیلئے ٹریننگ کی ضرورت ہوتی ہے اور آپکا یہ سالانہ اجتماع اس ٹریننگ کا ایک نمونہ پیش کرتا ہے جس کو حاصل کرنا آپ کے لئے ضروری ہے پس اس اجتماع کو ہمیشہ اسی نظر سے دیکھیں اور ہمیں زیادہ سے زیادہ شوق اور اخلاص سے شامل ہوں تا آپ ان ایام میں ٹریننگ کے سبق دورسے گزریں اسکا رنگ ہمیشہ اپنی زندگیوں پر پیدا کرنیکی کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی زندگیاں اسلام کے سچے خادم کی طرح گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وما توفیقنا الا باللہ۔ والسلام

خاکسار
مرزا منور احمد

ایک لطیف اور معلوماتی مضمون

اسماءِ الٰہیہ اور اُن کے صحیح معنے

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک غیر مطبوعہ مضمون

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ کو تصوف کے مضامین اور قرآن و حدیث کے نکات و رموز نہایت دل نشین، آسان اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کرنے کا جو عجیب و غریب ملکہ قدرت نے عطا فرمایا تھا اس کے مزے سے وہ لوگ خوب واقف ہیں جنہوں نے حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کے وہ مضامین اور نوٹ پڑھے ہیں جو وہ اپنی حیات میں الفضل اور سلسلہ کے دوسرے اخبارات و رسائل میں وقتاً فوقتاً لکھتے رہتے تھے۔ آج دس سال کے بعد ہم آپ کا ایک نہایت مفید اور لطیف مضمون شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں جو ہمیں انکے صاحبزادے سید ابن احمد صاحب نے ہماری درخواست پر محترم جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی سے لیکر مرحمت فرمایا ہے۔ یہ مضمون ابھی تک کہیں شائع نہیں ہوا اور آج پہلی مرتبہ خالد کے صفحات کی زینت بن رہا ہے۔ اس مضمون میں حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ نے اسمائے الٰہی کے صحیح معانی بیان فرمائے ہیں جن سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔ (ادارہ)

اللہ - تمام صفاتِ کاملہ سے موصوف اور ہر قسم کے نقص سے منزہ۔

رحمٰن - بہت مہربان - بلا مبادلہ فضل کرنے والا۔

رحیم - نہایت رحم والا - نیک اعمال پر ثمرات حسنہ مرتب کرنے والا۔

مَلِك - بادشاہ - پورا مالک۔

قدوس - پاک ذات - تمام عیبوں سے بری۔

سلام - سلامتی والا - تمام نقصانات سے محفوظ۔

مومن - امن دینے والا - تمام نقائص سے الگ - سلامتی کا سرچشمہ۔

مهیمن - پناہ دینے والا - گواہ - اعمال کا محافظ اور واقف۔

عزیز - غالب - بے نظیر - متصرف - معزز کرنے والا - قوی - قاہر۔

جبار - زبردست - سنوارنے والا - بگڑے کاموں کی اصلاح کرنے والا - ٹوٹے کی مرمت کرنے والا - بڑے دباؤ والا۔

متکبر - بڑائی والا - کمال عظمت کا مالک اور مستحق - بزرگی والا۔

خالق - بنانے والا - اندازہ کرنے والا - ہر چیز کا خلق کرنیوالا۔

باری - پیدا کرنے والا - ہر چیز کا عمدہ خلاصہ الگ کرنے والا - موجد۔

مصوّر - صورت بنانے والا - طرح طرح کی شکلیں بنانے والا۔

غفّار - بخشنے والا - معاف کرنے والا - ڈھانکنے والا۔

قہّار - دباؤ والا - حکمران - زبردست غلبہ رکھنے والا - غالب

وہّاب - بہت دینے والا - بے حد عطا کرنے والا۔

رزاق - رزق دینے والا - روزی پہنچانے والا۔

فتاح - کھولنے والا - مشکلکشا۔

علیم - جاننے والا - بہت علم والا۔

قابض - تنگ کرنے والا - لوگوں کے صدقات لینے والا - بندوں کی روزی محدود کرنے والا۔

باسط - کشادہ کرنے والا - صدقات کو بڑھانے والا - روزی کو فراخ کرنے والا۔

رافع - بلند کرنے والا - درجات اونچے کرنے والا - بعد مُردن رفع کرنے والا - فرمانبرداروں کو بلند کرنیوالا۔

خافض - پست کرنے والا - مرنے کے بعد گنہگاروں کا رفع نہ کرنے والا - نافرمانوں کو ذلیل کرنے والا۔

معز - عزت دینے والا۔

مذل - ذلیل کرنے والا۔

سمیع - سُننے والا - بہت سُننے والا - سب کی سُننے والا -
دُعا قبول کرنے والا -
بصیر - دیکھنے والا - بینا - بہت دیکھنے والا -
حَکَم - فیصلہ کرنے والا - حاکم - صحیح فیصلہ کرنے والا -
عدل - انصاف کرنے والا - فیصلہ میں ظلم نہ کرنیوالا منصف -
لطیف - بھید جاننے والا - نرمی اور مہربانی کرنے والا -
باریک بین -
خبیر - خبردار - واقف - آگاہ - دانا -
حلیم - تحمل والا - بردبار -
عظیم - عظمت والا - بزرگ - بڑا -
غفور - بخشنے والا - بہت بخشنے والا -
شکور - نہایت قدردان -
علی - بلندی والا - بہت علو والا - بہت اونچا -
بڑی عظمت والا -
کبیر - بڑائی والا - بزرگ تر - تمام بزرگیوں کا مستحق -
حفیظ - حفاظت کرنے والا - نگہبان -
مغیث - مخلوقات کو روزی پہنچانے والا - نگران
حسیب - کفایت کرنے والا - کافی - حساب لینے والا -
جلیل - بزرگی والا - قہری نشانوں والا - بزرگ قدر -
کریم - عزت والا - بزرگ -
رقیب - نگہبان - نگران -
مجیب - قبول کرنے والا - دعا قبول کرنے والا - جواب
دینے والا -
واسع - کشائش والا - وسیع المعلومات - وسیع الغناء -
حکیم - حکمت والا - حقائق اشیاء کا پورا علم رکھنے والا -
مجید - بڑی شان والا عظمت و بڑائی والا - بزرگ -
ودُود - محبت کرنے والا - نیک بندوں کو دوست رکھنے والا -
باعث - اُٹھانے والا - مُردوں کو پھر زندہ کرنے والا -
سوتوں کو جگانے والا - زندگی کی روح پھونکنے والا -

شہید - حاضر - نگہبان - گواہ - بادشاہ - نگران -
حق - سچا مالک - سچائی و صداقت کا سرچشمہ - اپنی ہستی
میں ثابت شدہ - وہ وجود جس میں کوئی فنا اور
تغیر ثابت نہیں -
وکیل - کام بنانے والا - کارساز - جس کے سپرد اپنا کُل
کام کردیں - اور تمام تصرف اس کے ہاتھ میں ہو -
قوی - زور آور - توانا -
متین - قوت والا - اُستوار -
ولی - حمایت کرنے والا - محب - مددگار - سرپرست - قریب -
حمید - خوبیوں والا - ہر قسم کی حمد کا سزاوار -
محصی - گنتی والا - ہر چیز کو احاطۂ علم میں لانے والا -
مبدی - پہلی بار پیدا کرنے والا - ابتداءً پیدا کرنے والا -
معید - دوسری بار پیدا کرنے والا - دوبارہ پیدا کرنے والا -
محیی - جِلانے والا - زندگی عطا کرنے والا -
ممیت - مارنے والا -
حی - زندہ - خود زندہ اور دوسروں کی زندگی کا باعث -
قیوم - سب کا تھامنے والا - خود قائم اور دوسروں کے
قیام کا ذریعہ - کارخانۂ عالم کا سنبھالنے والا -
واجد - پانے والا - غنی - مقصد میں کامیاب ہونے والا -
ماجد - عزت والا - بزرگی والا -
واحد - اکیلا - تنہا - یگانہ - یکتا - ایک - بے ہمتا -
صمد - بے احتیاج - بے نیاز - تمام مخلوقات کا مرجع -
قادر - قدرت والا -
مقتدر - مقدور والا - صاحب مقدرت -
مقدم - آگے کرنے والا - دوستوں کو بارگاہ عزت میں
بڑھانے والا -
موخر - پیچھے کرنے والا - دشمنوں کو پیچھے ڈالنے والا -
اوّل - سب سے پہلے - سب سے پہلا -
آخر - سب سے پیچھے - سب سے پچھلا -

ظاہر - ظاہر، سب پر غالب - آشکارا (بلحاظ صفات)
باطن - چھپا ہوا - سب سے چھپا ہوا اور مخفی (بلحاظ ذات)
والی - مالک - تمام امور کا متولی -
متعالی - پاک صفات والا، مخلوقات کی صفات سے منزہ -
بر - احسان کرنے والا - مہربانی سے نیکی کرنے والا -
تواب - رجوع ہونے والا - توبہ قبول کرنے والا - رجوع برحمت ہونے والا -
منتقم - بدلہ لینے والا - نافرمانوں سے بدلہ لینے والا -
عفوّ - معاف کرنے والا - گناہوں سے درگذر کرنے والا - گناہوں کو مٹانے والا -
رؤف - نرمی کرنے والا - بہت شفقت کرنے والا -
مالک الملک - ملک کا مالک -
ذوالجلال والاکرام - صاحب عزت اور بخشش کا بزرگی اور عزت والا -
مقسط - انصاف کرنے والا - عادل و منصف -
جامع - اکٹھا کرنے والا - تمام مخلوقات کو جمع کرنیوالا - تمام کمالات کا جامع -
غنی - بے پروا - ہر قسم کی ضرورتوں کا متکفل اور خود بے پروا -
مغنی - بے پروا کرنے والا - لوگوں کو مالدار اور بے پروا کرنے والا -
مانع - روکنے والا - جسے چاہے نہ دینے والا -
الضار - نقصان پہنچانے والا - خیر و شر کا خالق - اعمالِ بد کے بُرے نتائج دینے والا -
نافع - نفع پہنچانے والا - نیک اعمال کا نیک بدلہ دینے والا -
نور - روشن کرنے والا - روشنی کا منبع - ہمہ نور -
ہادی - ہدایت کرنے والا - کامیاب کرنے والا -
بدیع - نئی طرح پیدا کرنے والا - موجد -
باقی - باقی رہنے والا - وہ جو کبھی فنا نہیں ہوگا -

وارث - سب کا وارث - فنائے موجودات کے بعد باقی رہنے والا -
رشید - نیک راہ بتانے والا - صفاتِ کمال والا -
صبور - صبر کرنے والا - بڑا صبر کرنے والا -
غافر - گناہوں کو بخشنے والا -
قابل التوب - توبہ قبول کرنے والا -
شدید العقاب - بُرے کاموں کی سخت سزا دینے والا -
ذو الطول - مقدور والا - صاحبِ خیر کثیر -
ذوالعرش - صاحبِ عرش -
ذو المعارج - ہر ایک بلندی کا مالک -
ذوالرحمت - رحمت کا مالک -
ذو مغفرت - مغفرت کا مالک -
خلاق - بڑا اندازہ کرنے والا -
فاطر - اوّل اوّل پیدا کرنے والا -
اکرم - معزز
نصیر - مددگار
شاکر - قدردانی کرنے والا -

مغرب میں تبلیغ اسلام

(از مکرم و محترم جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب)

مکرم و محترم جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب زاد مجدہٗ نے ازراہِ شفقت و نوازش ذیل کا قیمتی مضمون ہماری درخواست پر "خالد" کے خاص نمبر کے لئے ہیگ (ہالینڈ) سے ارسال فرمایا ہے۔ اگرچہ محترم چودھری صاحب موصوف جیسی بے پناہ مصروفیتوں کی مالک شخصیت سے ایسی درخواست کرنا (وہ بھی بہت تھوڑے وقت کے اندر) ایک حد تک جسارت ہی تھی۔ تاہم یہ بھی اُن کی حد درجہ اخلاقی عظمت اور سلسلہ کے نوجوانوں سے محبت اور دلچسپی کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس کے باوجود ہماری درخواست کو قبول فرماتے ہوئے "خالد" کو اپنے رشحاتِ قلم سے نوازا ہے۔ اور اگرچہ خود چودھری صاحب موصوف کو یہ احساس ہے کہ وہ اِس مضمون کو نہایت اختصار سے پیش فرما رہے ہیں۔ تاہم قارئین اندازہ لگا سکیں گے کہ دریا کو کوزے میں بند کر دینا بھی آخر اسے ہی کہتے ہیں۔ ہم چودھری صاحب موصوف کی اِس نوازش کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ وہ "خالد" کو آئندہ بھی وقتاً فوقتاً نوازتے رہیں گے۔ اس مضمون کے ذریعہ ماشاء اللہ ابتداء تو ہو ہی گئی ہے۔ اللّٰھم زد فزد ـــــــــــــ (ادارہ)

مغرب میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں بعض امور جو قابلِ توجہ ہیں اور جن سے تبشیر اور تبلیغ کے کام میں مدد مل سکتی ہے خاکسار ان کا مختصر شمار ناظرین خالد کی خدمت میں کرتا ہے۔

تبلیغ کا جامع اور سنہری اصول تو قرآن کریم میں مذکور ہی ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ۔ حکمت میں تمام علمی پہلو شامل ہیں اور موعظہ حسنہ میں دلائل اور اسلوب اور طریق کار شامل ہیں۔

سب سے اوّل ضروری ہے کہ داعی الی الاسلام دین اسلام کی بنیادی تعلیم اور اس کے قائم کردہ نظام اور اصولوں سے بخوبی طور پر واقف ہو اور جہاں تک اس کی اپنی زندگی کا تعلق ہے اُن پر عمدہ طور پر عامل ہو۔ تا متلاشیانِ حق کو صحیح بات عمدہ طریق سے بتا سکے۔ اور اسلامی تعلیم کا عمدہ نمونہ انکے سامنے پیش کر سکے۔

علمی لحاظ سے مغرب میں دو قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اول وہ لوگ جو عقائد میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ان پر غور و خوض کرتے ہیں۔ ان میں سے عام طور پر رومن کیتھولک فرقہ کے لوگ عقائد کی بحث میں کم پڑتے ہیں اور بات سننے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ ان کے علاوہ باقی فرقوں کے لوگ اگر عقائد میں دلچسپی رکھتے ہوں تو شوق سے ایسی گفت گو میں حصہ لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ دونو قسم کے لوگوں تک بات پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ عیسائیت کے بڑے بڑے فرقوں اور انکے موٹے موٹے عقائد کا واضح علم ہو۔ اور کسی حد تک کلیسیا کی تاریخ کی اور عقائد کی تدریجاً تشکیل کی واقفیت ہو۔ اس حصہ کی تیاری کے لئے مکرمی جناب شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری سے استفادہ بہت مفید ہو سکتا ہے۔ اگر شیخ صاحب موصوف جامعۃ المبشرین میں ہر سال تقریروں کا ایک سلسلہ ان مضامین پر جاری کر سکیں تو وہ اس تیاری میں مد ہو سکتا ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جنہیں عقائد سے اس قدر وابستگی نہیں اور وہ عقائد میں اتنی دلچسپی نہیں رکھتے جتنی موجودہ زمانے کی ضروریات کے لحاظ سے اصولی تعلیم میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کی توجہ حاصل کرنے اور اسلام کا پیغام ان تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ موجودہ زمانے کے عالمی اور اقتصادی مسائل اور مشکلات سے واقفیت حاصل کی جائے۔ اور انکے متعلق اسلامی تعلیم کا علم حاصل کیا جائے اور اسے عمدہ طور پر پیش کیا جائے۔ یہ ایک وسیع میدان ہے لیکن اسکی طرف ابھی پوری توجہ نہیں ہو سکی۔ اس شق میں مرکز کی توجہ بھی درکار ہے۔ اور انفرادی توجہ بھی ضروری ہے۔

اصولی باتیں تو اتنی ہی ہیں لیکن بعض تفاصیل بھی بہت ضروری اور اہم ہیں۔ جس ملک میں اور جن لوگوں کے درمیان ایک مبشر کو کام کرنا ہو انکی زبان کا بولنا، لکھنا اور پڑھنا تو ابتدائی لازمہ ہے لیکن ابھی تک اس کے متعلق کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہو سکا۔ اسکی طرف توجہ ضروری ہے۔ بہت سا وقت اور بہت سی محنت بلا ثمر اسلئے صرف ہو جاتے ہیں کہ کام کرنے والے کو زبان کے ساتھ پوری واقفیت نہیں ہوتی۔

علاوہ زبان کے ملک اور قوم کے تمدن اور تاریخ کا کسی حد تک علم اور ان سے واقفیت بہت مد ہو سکتے ہیں اور ان سے غفلت کام میں روک یا مشکلات کا موجب ہو سکتی ہے۔ ان امور کے متعلق موجودہ اور سابقہ مبشرین کے علم اور تجربہ سے بہت فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

اس زمانے کو "انسانیت کے دور" کا خطاب دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیم کے وہ پہلو جو انسان کے مقام اور درجہ، بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی، باہمی تعاون، خدمتِ خلق وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کی طرف توجہ دلانے سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ مبشر خود اور اس کے رفقاء اور مسلمانوں کی جماعت جہاں جہاں بھی مغرب میں قائم ہو سکے اس تعلیم کا نمونہ اعلیٰ سے اعلیٰ پیمانہ پر ساتھ ساتھ پیش کر سکیں۔ اُدھر اب متلاشیانِ حق میں سے بعض اب ہمارے مرکز تک بھی پہنچتے ہیں۔ ان کے سوالوں کا جواب دینا آسان ہے لیکن ساتھ ساتھ جو کچھ وہ دیکھتے ہیں اس سے بھی وہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ ہماری حیثیت مرکز میں بھی اور باہر بھی زیرِ امتحان لوگوں کی ہے۔ ہماری گفتار، رفتار، کردار، اطوار، حتیٰ کہ بدن اور پوشاک کی صفائی تک اسلام کی تبلیغ میں مد یا روک بن سکتے ہیں۔ ان تمام کوششوں اور احتیاطوں کے ساتھ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ پر دوام لازم ہے۔ تا اللہ تعالےٰ کی نصرت شاملِ حال رہے کیونکہ کامیابی تو وہیں سے آتی ہے۔ باقی تو سب ذرائع اور جاذبِ نصرتِ الٰہی ہیں۔ والسلام

الٰہی جماعت کے نوجوان

(از مکرم جناب مولانا ابو العطاء صاحب فاضل)

جب کوئی نبی یا رسول اہلِ دنیا کے نام پیغام حق لیکر آتا ہے تو دنیا کے فرزند اسکی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ اور پہلے پہل تو وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ حقیر سی آواز اور یہ معمولی سا آدمی اتنے بڑے دعوے کے ساتھ کھڑا ہوا ہے اور اتنا اونچا مقصد لیکر آیا ہے۔ یہ ایک انہونی بات کہتا ہے۔ چند دنوں کے بعد خود بخود اس بات سے باز آجائیگا۔ چنانچہ وہ اس مدعی سے استہزاء سے پیش آتے ہیں اور اسکی باتوں کو ٹھٹھوں میں اُڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

تھوڑے عرصہ کے بعد جب نبی کی باتیں دلوں میں گھر کرنے لگتی ہیں اور صداقت کا بیج دلوں کی زمین میں تبدیلی کی صورت میں نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور اس آوازہ حق پر لبیک کہنے والے کچھ یہاں اور کچھ وہاں پیدا ہو جاتے ہیں تو مخالفینِ حق اس حقیقت کو اپنی کبریائی اور غرور کیلئے ایک چیلنج قرار دیتے ہیں اور ان ننھے پودوں کو مسلنے اور ان علمبردارانِ صداقت کو تہس نہس کرنیکے درپے ہو جاتے ہیں۔ گویا حق و باطل میں عملی کشمکش کا آغاز ہو جاتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اہلِ باطل کا ظلم و ستم ہمیشہ ہی انکے خلاف ثابت ہوا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اہلِ حق مظلوم ہو کر اور بھی مضبوط ہوتے رہے ہیں اور انکی استقامت چٹانوں سے زیادہ پختہ ثابت ہوتی رہی ہے۔ انبیاء پر اولین ایمان لانے والے انتہاء درجہ کی قوتِ ایمانی رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ان کے ایمانوں کی پختگی کے سامنے معاندین کی ایذا رسانی پرکاہ کی حیثیت رکھتی ہے اور وہ نہایت خندہ پیشانی سے ان مظالم کو برداشت کرتے ہیں جو ظالموں کی طرف سے اُن پر ڈھائے جاتے ہیں۔ ایمانِ راسخ اور پھر صبر و استقلال کا یہ مرتبہ سونے پر سہاگہ ثابت ہوتا ہے اور اولین مومنوں کو کندن بنا دیتا ہے۔ انکے اخلاق، انکا کردار اور انکی زندگی کی ساری روش دنیا جہان سے نرالی ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے عالم کی مخلوق ہوتے ہیں وہ گویا فرشتے ہوتے ہیں جو اس زمین پر بستے ہیں۔ انکی نورانیت سے انکا سارا ماحول منور ہو جاتا ہے اور وہ اس ظلمتکدہ کو بقعۂ نور بنا دیتے ہیں۔ وہ نئی قوم کی بنیاد ہوتے ہیں۔ انکے ذریعہ سے نئی زمین اور نیا آسمان بنتا ہے۔ وہ نئی اور روشن ضمیر نسل کے آباد و اجداد ثابت ہوتے ہیں۔

یہ نئی نسل اس جماعت کی روحانی زندگی کا ثمرہ ہوتی ہے۔ اور اسکے ذریعہ سے ابتدائی پودوں کے پھول پھلوں کی صورت میں تبدیل ہوتے ہیں۔ انہیں مقدس نبی اپنے مقدس ہاتھوں سے کشتِ روحانیت میں لگاتا ہے اب یہ کام اس نئی پود کا ہوتا ہے کہ وہ باغ کی مہک کو زیادہ وسیع اور پائیدار بنائے اور ساری دنیا کو ان پھلوں کی لذت سے بہرہ اندوز کرے۔ اس لحاظ سے الٰہی سلسلوں کے نوجوانوں کی ذمہ داری بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ان کے لئے ترقیات کے مواقع بھی بہت ہوتے ہیں اور ان پر بے راہ روی کی صورت میں گرفت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

دنیا کے عام نوجوان عالمِ جوانی میں تکبر و غرور کا شکار ہوتے ہیں اور یہ بات انہیں قبولِ حق سے روکنے والی ہوتی ہے۔ وہ نظام کے ماتحت اطاعت سے گریزاں ہوتے ہیں اور اسے اپنی مزعومہ آزادی کے راستہ میں روک سمجھتے ہیں۔ مگر الٰہی جماعت کے نوجوان حقیقت شعار ہوتے ہیں وہ روحانیت کے پُتلے ہوتے ہیں اور نظام کی اطاعت میں ہی ساری طاقت یقین کرتے ہیں۔ ایسے ہی نیک اور مخلص نوجوان قوموں کیلئے باعثِ عزت ہوتے ہیں اور انکی اصلاح پر ہی قوموں کی اصلاح اور ترقی کا دار و مدار ہوتا ہے۔

خاکسار

ابو العطاء ۹/۹/۵۲

مکرم مولانا شمس صاحب کا مکتوب گرامی

احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کریں!

مکرمی مدیر رسالہ خالد۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا مکتوب رسالہ "خالد" کے لئے مضمون لکھنے کے متعلق ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ بعض اہم کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے مضمون تو نہیں لکھ سکتا البتہ نوجوانانِ سلسلہ کیلئے بطور پیغام چند الفاظ لکھ دیتا ہوں۔

اِس زمانہ میں دہریت کی مسموم ہوائیں طوفانی رنگ میں چل رہی ہیں، لامذہبیت کا دَور دَورہ ہے، دل ایمان سے خالی ہو چکے ہیں، روحانی پاکیزگی معدوم ہونے کو ہے، ایمان اور روحانیت سوز افکار کی آگ کے شعلے چاروں طرف سے بڑھ رہے ہیں اور اربابِ دانش و بینش کو ان سے محفوظ رہنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی لیکن اللہ تعالیٰ جو رؤف بالعباد ہے اور حد درجہ رحیم وکریم ہے اس نے عین وقت پر اپنی طرف سے ایک معالج بھیجدیا جس نے کہا ؎

ایں آتشے کہ دامنِ آخر زماں بسوخت
واز بہر چارہ اش بخدا نہر کوثرم

پس اِس زمانہ کی روحانیت سوز آتش کو بجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہرِ کوثر کے طور پر مبعوث فرمایا اور تمام روحانیت سوز افکار و وساوس اور شبہات کا تریاق آپ کو عطا کیا۔

پس احمدی نوجوان کا نصب العین یہ ہے کہ وہ تمام مذاہب باطلہ اور گمراہ کن افکار و وساوس کا مقابلہ کر کے دنیا میں اسلام کی صداقت قائم کریں تا لوگوں کا خدا سے تعلق پیدا ہو وہ اپنے اس مفوضہ کام کو ہرگز نہیں بجا لا سکتے جبتک کہ وہ خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل حضرت امام مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا بکثرت مطالعہ کر کے ان کے مضامینِ عالیہ اور معارفِ حقّہ کو ازبر نہ کر لیں۔ کیونکہ تمام مسموم افکار اور گمراہ کن وساوس و شبہات کا تریاق صرف انہی کتابوں سے مل سکتا ہے اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:۔

"وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصّہ لیا ہے۔"

پس احمدی نوجوانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل کتب کا پڑھنا ازبس ضروری ہے۔ وحی والہام اور قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے کے متعلق اعتراضات و شبہات کا جواب معلوم کرنے کیلئے براہینِ احمدیہ کا اور نزولِ مسیح اور وفاتِ مسیح وغیرہ کے متعلق مسائل کا علم حاصل کرنے کیلئے ازالہ اوہام و ایام الصلح و تحفہ گولڑویہ کا اور اسلام کی فضیلت دیگر ادیان پر معلوم کرنے کیلئے آئینہ کمالاتِ اسلام اور اسلامی اصول کی فلاسفی اور چشمۂ معرفت کا اور اسلام کی تعلیم کا خلاصہ معلوم کرنے کیلئے کشتی نوح کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی کتب میں سے تقدیرِ الٰہی، حقیقۃ الرؤیا اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام، ہستی باری تعالیٰ، منہاج الطالبین اور نجات اور مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے اور نبیوں کا سردار وغیرہ کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ والسلام

خاکسار
جلال الدین شمس

حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری

نذر

ذیل کے اشعار حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہان پوری جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی صحابی اور جماعت کے اہلِ علم حضرات میں ایک خاص مقام رکھنے والے بزرگ ہیں، اُن کی لاہور میں لکھی ہوئی ایک طویل نظم کا ایک حصہ ہیں۔ حضرت حافظ صاحب آجکل علیل ہیں اسلئے اُن کے سینکڑوں اشعار کے فیصل سے لکھے ہوئے مسودہ سے جو در اصل کئی جگہوں سے پڑھا بھی نہیں جاتا اُن کی اجازت سے یہ اشعار حاصل کئے گئے ہیں۔ اور اس اعتراف میں ہمیں قطعاً کوئی تامل نہیں کہ نہ ان کا انتخاب حضرت حافظ صاحب کی مرضی کے مطابق ہوا ہے اور نہ ہی ترتیب۔ تاہم اسے ہی غنیمت اور تبرک سمجھ کر حضرت حافظ صاحب کا منظوم کلام ہدیۂ قارئین ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ حضرت حافظ صاحب کی صحتِ کاملہ و عاجلہ کے لئے دُعا فرماتے رہیں تا وہ شمعیں جنہوں نے براہِ راست اپنی زندگیوں میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اکتسابِ نور کیا ہے اُن کی ضیا باریوں سے ہم زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوتے رہیں ~~~~~~~~~~ (ادارہ)

کیوں پریشاں پئے حجتِ برہاں ہوں میں
فرصتم باد کہ مستِ مئے عرفاں ہوں میں

ہمہ تن آرزو و حسرت و ارماں ہوں میں
خوشتر آں روز کہ خاکِ رہِ جاناں ہوں میں

یہ تو کس مُنہ سے کہوں تابعِ فرماں ہوں میں
ہاں یہ ہے عرض کہ لذت کشِ احساں ہوں میں

جلوۂ حسن سے معمور ہے کاشانۂ دل
یعنی اس طرز سے بھی حافظِ قرآں ہوں میں

قمر اس رشتۂ ضیا بار کا ثانی - توبہ
شمس کہتا ہے چراغِ تہِ داماں ہوں میں

حق پسندوں سے یہ کہتا ہے نظارہ اُن کا
اس زمانے کے لئے آیۂ رحماں ہوں میں

لاجواب ان کا ہر انداز عجب حیرت ہے
کس کا مداح نہ ہوں کس کا ثنا خواں ہوں میں

مَیں کہاں اور مقامِ درِ دلدار کہاں
رخصت اے ضبط کہ جی کھول کے رقصاں ہوں میں

لے گئی کس قدر اونچا مجھے قسمت میری
واہ رے میں کہ فدائے شہِ عرفاں ہوں میں

مجھ سے ناچیز پہ ایسی نگہِ روح نواز
اتنے الطاف و عنایات کہ نازاں ہوں میں

سامنے ہے وہ رتن باغ کا منظر اب تک
روح بشاش ہے دل شاد ہے خنداں ہوں میں

وہ دمِ پرسشِ احباب یہ کہنا میرا
کچھ تعجب نہ کریں آپ جو گریاں ہوں میں

یہ وہ حالت ہے جو ہوتی ہے خوشی سے پیدا
اس خوشی کا متمنی بدل و جاں ہوں میں

سن کے الفاظِ نوازش نکل آئے ہیں یہ اشک
ان کو دیکھا جو گل افشاں گہر افشاں ہوں میں

امتحاں گاہِ وفا میں حبلِ استقلال
ورنہ اک ذرۂ خاکِ رہِ جاناں ہوں میں

قصۂ آدم و شیطاں نے دیا ہے یہ سبق
کس سے وابستہ نہ ہوں کس سے گریزاں ہوں میں

ان کی نظروں سے گرے کوئی مگر میں نادم
ناقضِ عہدِ وفا کوئی ہو لرزاں ہوں میں

رنگِ نیرنگیِ آفاق عیاذاً باللہ
کبھی ششدر کبھی خنداں کبھی گریاں ہوں میں

اے تری شان یہ نخوت یہ رعونت یہ غرور
پرِ پروانہ کہے شمعِ شبستاں ہوں میں

ایک نکلے گا جماعت سے تو آئینگے ہزار
یہ یقینی ہے اگر صاحبِ ایماں ہوں میں

کچھ سروکار نہیں چون و چرا سے مختار
شکر صد شکر کہ ہم مشربِ مستاں ہوں میں

محترم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

سادہ سا مسلماں ہوں مسلمانِ محمدؐ
یعنی کہ غلامے ز غلامانِ محمدؐ

خاتم بھی ہے خاتم بھی کہ ہے ختم اسی پر
ہر شانِ نبوت کہ ہے شایانِ محمدؐ

کھلتے نظر آتے ہیں ہزاروں گُلِ رعنا
دائم ہی بہاریں ہے گلستانِ محمدؐ

ہم پایہ کوئی اس کا نہ پایا ہے نہ پائیں
ہے عرشِ بریں زینتِ ایوانِ محمدؐ

ظلمت کدۂ ہند سراسر ہوا نوری
روشن ہوئی جب شمعِ شبستانِ محمدؐ

لا سکتے نہیں طور نشیں تابِ تجلّی
دیکھیں جو ذرا ذرۂ تابانِ محمدؐ

بےہوش پڑے ہیں سبھی دُنیا کے پجاری
ہشیار تو لگتے ہیں ہیں مستانِ محمدؐ

جاں دے کے بھی مل جائے تو ارزاں ہے یہ اکمل
جو لعلِ گرانمایہ ہے در کانِ محمدؐ

جناب قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی

حضرت محمود احمد زندہ باد

یا الٰہی حضرتِ محمود احمد زندہ باد
کوششِ تبلیغِ او در ہر طرف پائندہ باد

در زمینِ شرق خورشیدِ صداقت شد طلوع
تا کنارِ غرب انوارِ ہدیٰ تابندہ باد

ظلمتِ تثلیث یارب دور کن از سطحِ ارض
اہلِ امریکا و یورپ دینِ حق جویندہ باد

احمد و ہر احمدی باشد بہ عالم کامیاب
در مصافش زمرۂ دجال و خر شرمندہ باد

مومناں را در دو عالم باد یارب سربلند
منکراں را در مقابل سر بزیر افگندہ باد

آں نشانہائے کہ در تائیدِ حق ظاہر شوند
کاش آں وقت آید و چشمانِ ما بینندہ باد

ہر کہ می آید بیاید بہرِ تحقیقاتِ دیں
مرحبا۔ اہلاً و سہلاً پیشِ ما آئندہ باد

ما خدا داریم۔ و قرآن و محمد مقتدا
مولوی گر کافرم گوید۔ بگو۔ گویندہ باد

ما مسلمانیم یارب۔ ہر کہ خواند کافرم
او نمی داند حقیقت حق ورا بخشندہ باد

گر کسے خواہد کہ اللہ رہبرش گردد بحق
در دعا کشفِ حقیقت از خدا خواہندہ باد

طالبِ صادق کہ یوسف جست و جوئے حق کند
گوہرِ مقصودِ خود از فضلِ حق یابندہ باد

مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر

غروبِ آفتاب

رودبار سے پرے   شاخسار سے پرے
گُل طراز ہے شفق   دلنواز ہے شفق
جلوۂ ہزار رنگ   کتنے بے قرار رنگ

نقرئی سیاہ ابر   ضَو کی خوابگاہ ابر
روشنی سے جھٹ پٹا   ہے گلے ملا ہوا

ابر کے رواق سے   جوں چراغ طاق سے
ضَوفشاں ہلال ہے   منجمد جمال ہے
کچھ ہلال کے تلے   زُہرہ محوِ رقص ہے

رودبارِ آب میں   سایۂ سحاب میں
تیرتی ہیں کچھ بطیں   شوخ خوشنما بطیں
جیسے ہر طرف رواں   ننھی مُنی کشتیاں

وجد میں سرشت ہے   مست سرنوشت ہے
غرق ہوں طہور میں   کیف میں سرور میں
کیا لطیف ہے جنوں   یہ جنونِ پُرسکوں
جز ہے میری رُوح کا
یہ جہان بے بہا

ثاقب زیروی

حسین یاد

(ایک دن محترم چوہدری عبداللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کے ہاں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک قد آدم شبیہ دیکھ کر ـــــ قلم برداشتہ! ـــ ثاقب)

آئی ہے یاد آج پھر اُس حق پرست کی
جس نے حریمِ عرشِ بریں کو ہلا دیا

جس نے حیاتِ تازہ کے نغمے الاپ کر
مُردوں کو زندگی کا قرینہ سکھا دیا

صدق و صفا کی شمعیں جلائیں کچھ اس طرح
اک قادیاں تو کیا یہ جہاں جگمگا دیا

ڈالی جو خاک پر کبھی چھلکی ہوئی نگاہ
ہر ذرّۂ حقیر کو سونا بنا دیا

بھر کر دلوں میں ذوقِ یقیں ذوقِ حُریت
روندے ہوؤں کو عرش کا تارا بنا دیا

اپنے ہی گرد و پیش سے فرصت تھی جنہیں
سارے جہاں کے درد کا چسکا لگا دیا

اللہ رے اُس جری کے عزائم کی آب و تاب
طوفاں ٹھہر گئے وہ اگر مُسکرا دیا

میں اِس حسین یاد کو دل میں بساؤں گا
اک لازوال نقشِ محبت بناؤں گا

عبدالسلام اختر ایم۔اے

اے وادیٔ نخلہ!

ایک حسین و شاداب خطہ جو خوشاب سے تقریباً ۲۵ میل دُور راولپنڈی تلہ گنگ روڈ پر واقع ہے اور جسے سیّدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ نے "نخلہ" کے نام سے نوازا ہے مجھے اس میں دوسری دفعہ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ اتفاق سے ہمارے قیام کے دَوران میں ہی "سیرۃ النبیؐ" کے جلسہ کا انعقاد ہوا۔ اس موقع کے مناسبِ حال چند شعر کہے گئے۔ جو یہاں پیش کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ اسی وادی میں سیدنا حضرت امیرالمومنین نے قرآن مجید کا ترجمہ اور اس کے تفسیری نوٹ مکمل کئے ہیں۔

سُن اے نخلہ! کہ تجھ تک بھی محمدؐ کا پیام آیا
یہ تیرا دَورِ تنہائی بھی آخر تیرے کام آیا

تیرے پتھر جو آبادی کی حسرت میں رہے برسوں
تیرے رستے جو کانٹوں کی مشقت میں رہے برسوں

یہ وادی جو مثیلِ دشتِ ویرانی رہی اب تک
جو دُور از تابشِ تہذیبِ انسانی رہی اب تک

کسے معلوم تھا نورِ خدا اسے جگمگائے گی
یہ خاکِ دشت۔ یوں آبِ بقا سے جگمگائے گی

یہاں تفسیرِ قرآں کے چمن بکھرائے جائیں گے
یہاں پر پھول مہکیں گے۔ ستارے مسکرائیں گے

مبارک اس زمیں کو مرکزِ صدق و صفا ہونا
مبارک اس چمن کو مایۂ علم و ھُدیٰ ہونا

بسا اوقات اپنی تلخیوں کے غم سے گھبرا کر
"سکوں کی جستجو میں بیٹھ جاتا ہوں یہاں آکر

خوشی دامن میں بحرِ بیکراں معلوم ہوتی ہے
نہ جانے میں کہاں دُنیا کہاں معلوم ہوتی ہے

عبد المنان ناہید

لا الٰہ الا اللہ

تجھے خوشی کہ تجھے مل گئے ہیں افسر و تاج
مجھے یہ غم ترے ایماں کی کشت ہے تاراج

تری حیات کے انداز مومنانہ نہیں
یہودیانہ عقائد فرنگیانہ رواج

کہیں سے ڈھونڈ کے مٹکے مئے حجاز کے لا
نئی شراب سے برہم ہے زندگی کا مزاج

دل و دماغ نہیں وسعتِ نگاہ نہیں
کرا احتیاط سے اس تنگ دامنی کا علاج

جو پاسِ عشق و وفا ہو تو عین دار پہ بھی
حضورِ قلب سے اُٹھتا ہے نعرۂ حلّاج

دلوں کی میل کبھی جبر سے نہیں کٹتی
خدا کی پادشہی تیغ کی نہیں محتاج

جو تیرے قلب کو ایماں کی چاشنی ہو نصیب
تو اپنے آپ بدل جائے کافرانہ سماج

تجھے یقین ہو اگر لا الٰہ الا اللہ
زمیں تو کیا ہے تجھے آسماں بھی دیگا خراج

آفتاب احمد بسمل

نوائے وقت

محمد مصطفیٰ پر جاں فدا کرنے کا وقت آیا — جہاں کو پھر خدا سے آشنا کرنے کا وقت آیا
دلوں سے کفر و بدعت کو فنا کرنے کا وقت آیا — حریمِ قدس میں سجدے ادا کرنے کا وقت آیا
خدائی کو شناسائے خدا کرنے کا وقت آیا

ہے بحر و بر میں شور اُمڈا ہوا سیلِ ضلالت ہے — زمانہ کہہ رہا ہے وقت تبلیغ رسالت ہے
جہاں سرگشتۂ دیں تشنۂ رشد و ہدایت ہے — ظہورِ مصلح موعود خود اس کی علامت ہے
کہ استخلاف کا وعدہ وفا کرنے کا وقت آیا

دلوں پر بارشِ انوارِ حق برسانے والا ہے — عَلَم اسلام کا پھر چار سُو لہرانے والا ہے
غلامانِ محمدؐ کے جہاں گُن گانے والا ہے — عروجِ احمدیت کا زمانہ آنے والا ہے
جری اللہ کو غلبہ عطا کرنے کا وقت آیا

دیارِ کفر کو نورِ خدا سے پُر یقیں کر کے — کلیسا کو حرم کا تابع و زیرِ نگیں کر کے
سمِ قاتل کو تریاق و مصفّیٰ انگبیں کر کے — جہاں کو روشناسِ واقفِ دینِ متیں کر کے
خدائے پاک کی حمد و ثنا کرنے کا وقت آیا

محمدؐ کی غلامی میں زمانے بھر کو لانا ہے — غلامِ احمدِ مختار کا ڈنکا بجانا ہے
بلند و پست پر اسلام کا پرچم اُڑانا ہے — براہینِ قوی سے کفر کا ہر قصر ڈھانا ہے
اُٹھو بسمل کہ دیں پر جاں فدا کرنے کا وقت آیا

شاہدہ منصور

امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ

سکھائے خلق کو آدابِ بندگی تُو نے
کہ آدمی کو بنایا ہے آدمی تُو نے

کلامِ حق کہ فراموش کر چکی تھی خلق
اسی کلام کو بخشی ہے تازگی تُو نے

ترا وجود "اسیروں کی رستگاری" ہے
قلندروں کو عطا کی سکندری تُو نے

ترا وجود ہے آیت رسولِ حق کے لئے
کہ دیں کو زندہ کیا "مردِ فارسی" تُو نے

دل و نظر کا اُجالا اسی سے قائم ہے
"لبِ چناب" جلائی جو روشنی تُو نے

نئی زمین، نیا آسمان، نیا ماحول
ترا کمال، کہ دُنیا بدل ہی دی تُو نے

نفس نفس سے فروزاں کئے چراغِ حیات
لہو سے دین کو بخشی ہے تازگی تُو نے

ترا وجود اندھیرے میں نُور کا خورشید
بساطِ دین سے کی دُور تیرگی تُو نے

دلِ شکستہ شاہدؔ کہاں یہ سوز و گداز
مری نوا کو عطا کی ہے نغمگی تُو نے

منور نصر اللہ خان ایاز

حریمِ آرزو میں ہوں حریفِ آگہی یارو
کہ ہے حد لائقِ تعظیم میری بیخودی یارو

وفا کے کان میں جانے جنوں نے کہدیا ہے کیا
طبیعت ہو گئی ہے مائلِ آوارگی یارو

غنیمت ہے خلوصِ دشمنی بھی گر میسّر ہو
نہیں ممکن کہ ارزاں ہو خلوصِ دوستی یارو

عدو تو پھر عدو ٹھہرے محبت مذکور ہے اُن کا
روا رکھی ہے مجھ سے تم نے بھی بیگانگی یارو

خدا آباد رکھے کچھ کہو اس میکدے کی بھی
کہ پھوٹی تھی جہاں سے اِک شعاعِ آگہی یارو

سلیقہ ہی نہ جینے کا رہا کیا میکدہ چھوٹا
کہ اِک مدت سے برہم ہے نظامِ زندگی یارو

ایازِ خستہ شاید اب چراغِ آخرِ شب ہے
ڈھلی جاتی ہے اشکوں میں نظر کی روشنی یارو

افضل ترکی

تم کو کیا معلوم کوئی کس قدر مشکل میں ہے
تم تو آخر وہ کرو گے جو تمہارے دل میں ہے

ہے خرد کا ذکر کیا اس کی جنوں کو ہے تلاش
تیرا دیوانہ نہ جانے کونسی منزل میں ہے

اہلِ ہمت کے لئے آسان پسندی ہے گناہ
کامیابی کی ضمانت دُوریٔ منزل میں ہے

قلبِ مضطر اور اس میں آرزوؤں کا ہجوم
اِک سکوں ناآشنا عالم ہری محفل میں ہے

کوئی کہدے جا کے ترکی! ناخداؤں سے یہ بات
حادثہ طوفاں سے بڑھ کر دامنِ ساحل میں ہے

مبشر احمد راجیکی
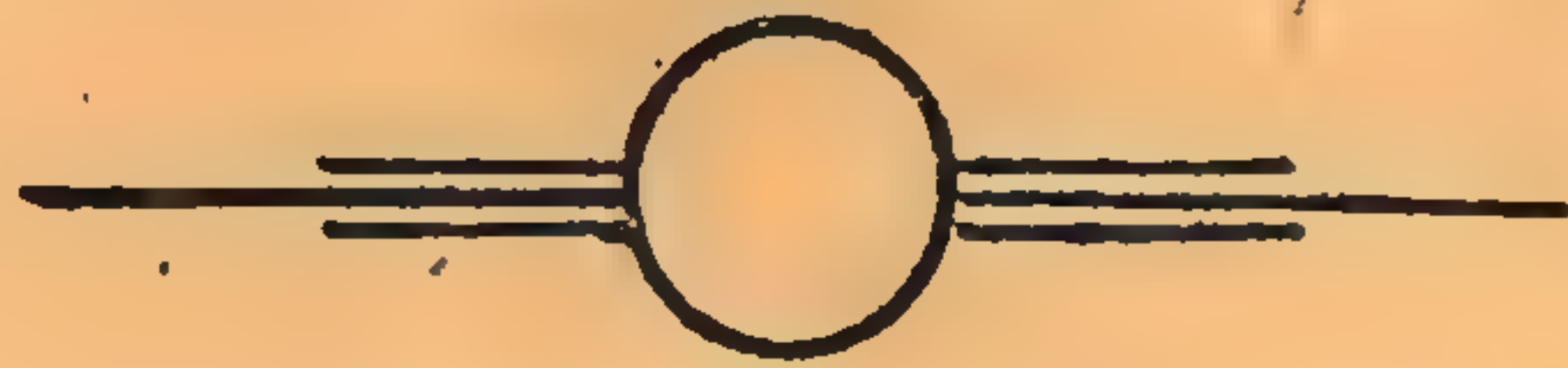
جنوں کی گتھیاں سلجھا رہے ہیں
یہ فرزانے کہاں سے آ رہے ہیں

حیاتِ جاوداں کے آبگینے
درِ پیرِ مغاں سے لا رہے ہیں

یہ منزل کونسی منزل ہے یارب
ملائک آ رہے ہیں جا رہے ہیں

وہی مے ہے وہی ہے دستِ ساقی
نہ جانے آپ کیوں گھبرا رہے ہیں

جلالِ مردِ مومن اللہ اللہ
زمین و آسماں تھرا رہے ہیں

یہی ہے انتہائے عشق شاید
خود اپنے آپ کو جھٹلا رہے ہیں

غمِ جاناں مبشر عام کر کے
غمِ دوراں مٹائے جا رہے ہیں

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

کے متعلق

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ضروری ہدایات!

(مرتبہ مکرم مولوی سلطان احمد صاحب پیرکوٹی ۔ واقف زندگی)

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی اور وہ اصلاح اسی رنگ میں ہو سکتی ہے کہ نوجوانوں کے اندر بیداری پیدا کی جائے۔ انہیں ان کے فرائض کی طرف بار بار توجہ دلائی جاتی رہے۔ ان کے اندر ایسی روح پیدا کی جائے کہ اسلام اور احمدیت کا حقیقی مغز انہیں میسر آجائے اور وہ اپنے قومی اور مذہبی مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کے لئے آمادہ اور تیار رہیں۔

اس قسم کی بیداری پیدا کرنے کے لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت میں مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام فرمایا۔ اور نوجوانوں کو ہر شعبہ زندگی کے متعلق وقتاً فوقتاً مفصل ہدایات دیں۔ تا جب کہیں ان کا قدم ڈگمگانے لگے تو یہ ہدایات ان کے لئے مشعل راہ ہوں۔ اور وہ اس عظیم مقصد کو بھول نہ جائیں۔ جسے جماعت لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ حضور کی یہ ہدایات بہت زیادہ ہیں جنہیں ایک وقت میں بیان کرنا بہرحال مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے اس وقت صرف ان ہدایات کو درج کیا جاتا ہے جو سالانہ اجتماع کے متعلق ہیں۔ اور جنہیں حضور نے وقتاً فوقتاً اجتماع کے موقعہ پر ہی فرمایا ہے۔ تا خدام انہیں پیش نظر رکھکر ان پر عمل پیرا ہوں۔ اور اس اجتماع اور آئندہ اجتماعات میں ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھاتے رہیں۔

اجتماع کی اصل غرض

"خدام الاحمدیہ کا یہ اجتماع تربیتی اور تعلیمی ہوتا ہے کھیل وغیرہ ایک زائد چیز ہیں"

(تقریر بر موقع سالانہ اجتماع فرمودہ ۲۴ راکتوبر ۱۹۵۳ء)

"اس اجتماع کا مقصد خالی کھیل کود نہیں بلکہ اسکی غرض نوجوانوں کے اندر وہ قربانی اور اخلاص پیدا کرنا ہے۔ کہ جس کے ساتھ وہ اپنے فرض کو صحیح طور پر ادا کر سکیں"

(تقریر فرمودہ ۲۴ راکتوبر ۱۹۵۳ء بر موقع سالانہ اجتماع)

اجتماع میں شمولیت

پس میں ان خدام کے توجہ نہ کرنے کی وجہ سے جو اس جلسہ میں نہیں آئے افسوس اور تعجب کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ اور انہیں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ خدام الاحمدیہ کی غرض ان میں یہ احساس پیدا کرنا ہے کہ وہ احمدیت کے خادم ہیں۔ اور خادم وہی ہوتا ہے جو آقا کے قریب رہے جو خادم اپنے آقا کے قریب نہیں رہتا۔ وقت کے لحاظ سے یا کام کے لحاظ سے وہ خادم نہیں کہلا سکتا۔

(تقریر فرمودہ بر موقع اجتماع خدام الاحمدیہ
۲۰ فروری ۱۹۴۱ء (بحوالہ مشعل راہ)

مجالس کے نمائندے

میرے نزدیک اس قسم کی ریلی میں یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ سارے خدام آئیں بلکہ ان کے نمائندے ہی اس موقعہ پر آنے چاہیئں، ہاں اگر کوئی شخص شوق سے آنا چاہے۔ تو اسے آنے کی اجازت ہونی چاہیئے یہ پابندی نہیں ہونی چاہیئے کہ نمائندوں کے سوا اور کوئی نہ آئے۔ پھر ان نمائندوں کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ یہاں کی کارروائی کو نوٹ کریں۔ اور اپنی اپنی مجالس میں اسی لائن پر خدام الاحمدیہ کا اجتماع کریں۔

(الفضل ۷ رنومبر ۱۹۴۳ء)

خیمے نصب کرنے کا طریق

"آئندہ جب خیمے لگائے جائیں تو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہی لائن اور ایک ہی صف میں ہوں۔ دوسرے چونکہ خدام نے ایک خاص وقت میں صف میں کھڑا ہونا ہوتا ہے۔ اس لئے خیموں کے آگے ایک لائن لگادی جائے جس پر تمام خدام ایڑیاں رکھ کر کھڑے ہوں۔ صف بندی ہمیشہ ایڑیوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ انگلیوں کے ساتھ نہیں ہوتی اگر صف بندی انگلیوں کے ساتھ کی جائیگی۔ تو کسی کا پاؤں چھوٹا ہوتا ہے اور کسی کا بڑا اس لئے کسی کا پاؤں آگے ہو جائے گا اور کسی کا پیچھے پس ایڑی ہی ایسی چیز ہے جس پر صف بندی کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اس لئے آئندہ کے لئے یہ بات نوٹ کر لی جائے کہ ہر خیمہ کے آگے ایک لائن کھینچ دی جایا کرے تا اس پر خدام سیدھی ایڑیاں رکھ کر کھڑے ہو جایا کریں۔"

(افتتاحی تقریر سالانہ اجتماع
فرمودہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

جلسہ میں بیٹھنے کا طریق

"خدام کو یہ دن کام میں گزارنے چاہئیں۔ ابھی میں جب گھر سے آیا ہوں تو کچھ خدام باہر کھڑے ہوئے تھے پھر یہاں سے بھی بعض خدام اٹھ کر جاتے رہے۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ یہاں انہیں کام میں لگائے رکھنے کا کوئی انتظام نہیں۔ یہ تربیت اور نظام کے مظاہرے کے دن ہیں۔ اس لئے اگر کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جو نظام کے خلاف ہے۔ تو جس غرض کے لئے یہ اجتماع کیا گیا ہے وہ اس کی روح کو کچلنے والی ہوگی۔ اس لئے مرکزی معتمدین اور زعماء یہ بات نوٹ کر لیں کہ آئندہ جو خدام یہاں بیٹھیں وہ خیموں کے نظام کے مطابق بیٹھیں یعنی ہر جماعت اکٹھی بیٹھے ...... ایک خاص وقت مقرر ہونا چاہیئے کہ وہ اس وقت کے اندر اندر یہاں جلسہ میں بیٹھ جائیں۔ پھر انہیں جماعت وار بلایا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا تمام خدام حاضر ہیں۔ اور زعیم اعلان کرے کہ میری مجلس کے سب خدام حاضر ہیں پھر وہ زعماء اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ ان کی مجالس کے ارکان اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں اگر کسی خادم کو

کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ وہ جانا چاہے تو وہ اپنے زعیم سے اجازت لے کر مجلس سے اٹھے اور وہ زعیم اس بات کا ذمہ دار ہو کہ وقت پر بتائے کہ فلاں فلاں خادم میری اجازت سے باہر گئے ہیں۔"

(تقریر سالانہ اجتماع
فرمودہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۵ء)

کام میں مشغولیت

"بعض حصے کام کے ایسے ہوتے ہیں جن میں خدام الاحمدیہ کی نگرانی نہیں کی جاتی۔ کہ وہ تمام کے تمام اس کام میں مشغول ہیں یا نہیں۔ مثلاً فٹ بال کا میچ ہو رہا تھا تو ضروری نہیں سمجھا گیا کہ اس کی نگہداشت کی جائے کہ آیا سارے خدام میچ دیکھ رہے ہیں یا نہیں کچھ خدام میچ دیکھ رہے تھے اور کچھ کھڑے تھے اس طرح یہ غرض کہ خدام سالانہ اجتماع کے دو تین دن اس مشق میں گزار دیں کہ وہ ہر وقت کام میں مشغول ہوں باطل ہو گئی کیونکہ ان دو تین دنوں میں بھی بعض حصے ایسے ہیں جن میں بعض خدام مشغول ہیں اور بعض خدام مشغول نہیں اس لئے میں مجلس انتظامیہ مرکزیہ کو یہ ہدایت کرتا ہوں۔ کہ وہ فوراً اس بارہ میں قانون بنا کر آئندہ اسکی تعمیل کرائے۔ اور دیکھے کہ آیا وہ تمام کے تمام خدام کام میں لگے ہوئے ہیں یا نہیں۔ مثلاً میچ دیکھنا بھی کام ہے اور یہ ضروری امر ہے۔ کہ جب کھیلیں ہو رہی ہوں تو باقی خدام دیکھ رہے ہوں۔ یہ نہ ہو کہ بعض خدام کھیلیں دیکھ رہے ہوں اور بعض ادھر اُدھر پھر رہے ہوں اگر ایک وقت میں چار یا پانچ کھیلیں ہو رہی ہوں۔ تو منتظم خدام سے پوچھ لیں کہ وہ کونسی کھیل دیکھنا چاہتے ہیں اور ہر ایک کو حکم دیں کہ وہ کوئی نہ کوئی کھیل دیکھے۔ تا آوارگی کی عادت نہ ہو۔ دُنیا کے لوگ تو ساری عمر کام میں لگے رہتے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو بھی اس بات کی عادت ہونی چاہیئے کہ وہ دو تین دن تک کام میں مشغول رہیں۔ رستے میں مجھے سینکڑوں ایسے خادم ملے ہیں جو ادھر اُدھر کھڑے تھے یا پھر رہے تھے۔ اس طرح وہ غرض پوری نہیں ہوتی جس کے لئے یہ اجتماع مقرر کیا گیا ہے۔"

(تقریر بر موقعہ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ
فرمودہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۵ء)

خدام اپنے ساتھ زائد کپڑا لایا کریں

"خدام اپنے ساتھ ایک زائد کپڑا لے آیا کریں جس پر وہ اس قسم کے موقعوں پر بیٹھ سکیں۔ اس پر مہمانوں کو بھی بٹھایا جا سکتا ہے۔ یا ایسے خدام جو اپنے ساتھ کسی وجہ سے کم کپڑے لائیں وہ بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں خدام کپڑے لے آیا کریں۔ اگر نیچے دریاں یا کوئی اور چیز بچھانے کا انتظام ہو گیا تو وہ اس پر کپڑا بچھا کر بیٹھ جائیں گے ورنہ زمین پر کپڑا بچھا کر بیٹھ جایا کریں گے۔ اور اس طرح آرام سے تقریر سُن سکیں گے۔ خالی زمین پر بیٹھنا بھی کوئی نقص نہیں۔ لیکن تنظیم کے ماتحت یہ چیز ضروری ہے۔ کوئی چیز میسر نہ ہو تو اور بات ہے لیکن میسر ہو سکے تو اُسے مہیا کرنا ضروری ہوتا ہے۔"

(تقریر بر موقع سالانہ اجتماع
فرمودہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۵ء)

نظر سامنے رکھیں

"میں دیکھتا ہوں کہ تمام خدام جو کھڑے ہیں ان میں سے کچھ دائیں دیکھ رہے ہیں تو کچھ بائیں۔ کچھ اوپر دیکھ رہے ہیں اور کچھ نیچے۔ حالانکہ اسلامی اصول کے مطابق چاہیئے تھا کہ آپ سب سامنے دیکھتے۔ میرا خطیب ہونے کے لحاظ سے یہ کام ہے کہ چاروں طرف دیکھوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت جب میں سامنے دیکھنے کی نصیحت کر رہا

ہوں اس وقت بھی خدام دائیں اور بائیں اور اُوپر اور نیچے دیکھ رہے ہیں۔ انسان کو کم از کم نصیحت کے وقت تو اس پر عمل کر لینا چاہیئے۔ بدقسمت ہے وہ شخص جو تنظیم کے وقت اپنا کام بھول جاتا ہے لیکن کم از کم وہ کمزوری جو ناقابلِ معافی ہے اور حیرت انگیز ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان اس وقت جبکہ نصیحت ہو رہی ہو اس کی خلاف ورزی کرے۔"
(افتتاحی تقریر بر موقع سالانہ اجتماع فرمودہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

ریکارڈ محفوظ رکھنے کی ضرورت

"کوشش کرنی چاہیئے کہ ہر کام کے نتائج کسی معین صورت میں ہمارے سامنے آسکیں۔ اگر ہمارے پاس ریکارڈ محفوظ ہو تو ہم اندازہ کر سکیں گے کہ پچھلے سال سے اس سال نمازوں میں کتنے فی صدی ترقی ہوئی۔ تعلیم میں کتنے فی صدی ترقی ہوئی۔ اخلاق میں کتنے فی صدی ترقی ہوئی۔ کتنے خدام پچھلے سال باہر کی جماعتوں سے سالانہ اجتماع میں شمولیت کے لئے آئے۔ اور کتنے اس سال آئے ہیں۔ اسی طرح باہر کی خدام الاحمدیہ کی جماعتیں بھی اپنے ہاں ان باتوں کا ریکارڈ رکھیں کہ پچھلے سال تعلیم کتنے فی صدی تھی۔ اور اس سال کتنے فی صدی ہے۔ اخلاق میں کتنے فی صدی ترقی ہوئی۔ اور یہ قانون بنا دیا جائے کہ ہر جماعت یہاں اجتماع کے موقع پر اپنی رپورٹ پڑھ کر سنائے۔ تا کہ تمہیں معلوم ہو سکے کہ تمہارا قدم ترقی کی طرف جا رہا ہے۔ یا تنزل کی طرف۔"
(خدام الاحمدیہ کے نئے سات سالہ دَور کا پروگرام[29]
تقریر بر موقع سالانہ اجتماع ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء)

اعداد و شمار کی اہمیت

"دفتر کے پاس ہر سال کا ریکارڈ ہونا چاہیئے یعنی انہیں فوری طور پر بتانا چاہیئے کہ ۱۹۴۲ء میں کتنے خدام آئے۔ ۱۹۴۳ء میں کتنے آئے۔ ۱۹۴۴ء میں کتنے آئے۔ ۱۹۴۵ء میں کتنے آئے۔ ۱۹۴۶ء میں کتنے آئے۔ اعداد و شمار ہی کسی قوم کا اصل ٹمپریچر ہیں۔ آجکل بیماریوں کی تشخیص ٹمپریچر دیکھ کر کی جاتی ہے۔ جب ٹمپریچر معلوم ہو جائے تو انسان کو یہ تسلی ہو جاتی ہے کہ مرض کی یہ شکل ہے۔ ٹمپریچر ہی بتاتا ہے کہ مریض کو ٹائیفائڈ ہے یا ملیریا ہے۔ پھر ٹمپریچر ہی بتاتا ہے کہ مرض خراب ہو رہا ہے یا مریض شفاء کی طرف جا رہا ہے۔ پھر ٹمپریچر ہی بتاتا ہے کہ سوزش یا خرابی زہریلی طرف جا رہی ہے یا شفاء کی طرف جا رہی ہے۔ غرض اعداد و شمار نہایت ہی اہم چیز ہیں۔" (تقریر بر موقع سالانہ اجتماع فرمودہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

صف بندی

"جہاں سالانہ اجتماع کے موقع پر مختلف قسم کی مشقیں کرائی جائیں وہاں خدام کو صف بندی کی بھی عادت ڈالی جائے۔" (افتتاحی تقریر بر موقع سالانہ اجتماع فرمودہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

سالانہ اجتماع اور کھیلیں

ہمارے خدام کوئی کانگرسی یا مسلم لیگی والنٹیئروں کے طور پر نہیں۔ بلکہ ان کی تنظیم اخلاقی اور تربیتی ترقی کیلئے ہے۔ لیکن چونکہ اس میں جسمانی بناوٹ اور صحت کا بھی دخل ہوتا ہے اسلئے کھیلیں بھی رکھی گئی ہیں۔"
(تقریر بر موقع سالانہ اجتماع فرمودہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

ہر بڑی مجلس ہر علمی مقابلہ میں لازماً اپنے نمائندے بھیجے

"آئندہ ہر بڑی جماعت کو ہر علمی مقابلہ میں اپنا نمائندہ

بھیجنے کے لئے مجبور کرنا چاہیئے۔ تاکہ تربیت کی طرف مجالس کو زیادہ توجہ ہو۔" (الفضل ۷ر نومبر ۱۹۴۲ء)

حواس خمسہ کو ترقی دینے کی مشق کرائی جائے

"میرے نزدیک، تمام مشقوں میں سے ایک نہایت ہی اہم مشق جس سے دشمن کے مقابلہ میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور جس کی طرف ہماری جماعت کے ہر فرد کو توجہ کرنی چاہیئے حواس خمسہ کو ترقی دینے کی کوشش ہے۔ یہ ایک نہایت ہی اہم اور ضروری چیز ہے۔"

(الفضل ۷ر نومبر ۱۹۴۲ء)

عام دینی، علمی اور اخلاقی مسائل کے متعلق سوالات

"میرے نزدیک آئندہ ایسے موقع پر بعض لیکچر ایسے رکھنے چاہئیں جن میں موٹے موٹے مسائل کے متعلق اسلام اور احمدیت کی تعلیم کو بیان کر دیا جائے۔ اسی طرح بعض امتحان مقرر کرنے چاہئیں اور دیکھنا چاہیئے کہ خدام الاحمدیہ کو احمدیت اور اسلام سے تعلق رکھنے والے مسائل سے کس حد تک واقفیت ہے ..... اسی طرح احمدیت کے متعلق ایک جنرل نالج کا پرچہ رکھنا چاہیئے اور مختلف سوالات نوجوانوں سے دریافت کرنے چاہئیں۔"

(الفضل ۸ر نومبر ۱۹۴۲ء)

حفظِ قرآن کریم و احادیث اور مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلے

"ہر سال اس قسم کے سوالات بھی کرنے چاہئیں۔ کہ بتاؤ اس سال قرآن کریم کی سورتیں کس کس نے حفظ کی ہیں اور کتنی حفظ کی ہیں؟ پھر جو شخص سب سے زیادہ قرآن کریم حفظ کرنے والا ثابت ہو اس کو انعام دیا جائے۔ اسی طرح احادیث کے متعلق سوال کیا جائے کہ اس سال کتنی احادیث حفظ کی گئی ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے متعلق سوال کیا جائے کہ وہ کتنی پڑھی گئی ہیں۔ اس طرح نوجوانوں میں علمی مذاق ترقی کرے گا اور ہر سال ان کو یہ تحریک ہوتی چلی جائے گی کہ وہ مذہبی اور اخلاقی امور کی طرف توجہ کریں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا ذہن بھی ترقی کرے گا۔ تبلیغ بھی ترقی کرے گی۔ اور اسلامی مسائل کی حقیقت بھی ان پر زیادہ واضح ہو جائے گی۔ اسی طرح قرآن کریم کے ترجمہ کے متعلق ہر سال سوال کرنا چاہیئے۔ کہ خدام میں سے کتنے ہیں جنہیں سارے قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہے۔" (الفضل ۸ر نومبر ۱۹۴۲ء)

تقریری مقابلہ کا طریق!

"یہ خدام الاحمدیہ کا سٹیج ہے۔ یہاں پر مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ ہم نے اپنے خدام کو تقریر کرنے کی کتنی مشق کرائی ہے۔ اور ان کے ذہنوں میں کتنی جلاء پیدا کر دی ہے۔ پس ایسے موقع پر یہ کہنا کہ تقریروں کیلئے نام لکھوا دو غلط ہے۔ کچھ مضامین پہلے چن لینے چاہئیں اور انہیں باہر بھجوا دینا چاہیئے۔ اور بعض ایسے سرکل بنا دینے چاہئیں جن میں سے ایک ایک نمائندہ لے لیا جائے۔ پھر انہیں اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی میٹنگ کریں اور اس موضوع پر جس پر ان کے نمائندہ نے اجتماع کے موقع پر تقریر کرنی ہے خوب بحث کریں۔ اور دلائل بیان کریں۔ پھر جو نمائندہ منتخب ہو وہ ان دلائل میں سے کچھ دلائل چن لے اور نوٹ لکھ لے۔ یہاں تقریر زبانی ہو۔ لیکن تقریر کرنے والے کو یہ اختیار دینا چاہیئے کہ وہ اس کے لئے بعض نوٹ لکھ لے۔ پھر ان لیکچرار وں کو کم از کم بیس منٹ ملنے چاہئیں۔ اس طرح دو گھنٹے میں چھ لیکچر ہو جایا کریں گے۔" (تقریر سالانہ اجتماع ۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۵ء)

غلط خیالات کی تردید کی جائے

"اگر کوئی لیکچرار کوئی ایسی بات کہہ دے جو سلسلہ کی پالیسی کے خلاف ہو اور اس کے بعد میں تردید نہ کی جائے۔ تو سننے والا وہی خیال ساتھ لے جائے گا۔ اور کہے گا میں خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع پر گیا تھا۔ اور وہاں سے یہ بات سن کے آیا ہوں پس اس موقعہ پر ایسا انتظام بھی ہونا چاہیئے کہ کوئی شخص کسی قسم کا غلط خیال اپنے ساتھ لے کر نہ جائے۔"

تقریر بر موقع سالانہ اجتماع
فرمودہ ۲۲ر اکتوبر ۵۵ء

تحریری مقابلوں کے متعلق ہدایات!

"جہاں تک تحریری مضامین کا سوال ہے۔۔۔۔
۔۔۔پرچے بنا کر باہر بھجوا دینے چاہئیں۔ خدام ان پرچوں کی تیاری کریں۔ اور جب یہاں آئیں تو وہ امتحان کے لئے اپنا نام لکھوا دیں۔ یہاں سپروائزروں کے سامنے بیٹھ کر وہ مضامین لکھیں۔ اور ہر سال ایسا کریں۔ جو گروپ قابل ہو جائیں ان کی جگہ دوسرے گروپ لئے جائیں۔ اس طرح قدم بقدم تمام جماعتوں کے سرکل مقرر کر کے مضامین لکھواؤ۔ اگر آپ لوگوں نے مضمون نویسی کی مشق کرانی ہے تو بیشک امتحان میں شامل ہونے والے کتابیں بھی ساتھ لے آئیں۔ انہیں یہ اختیار دیا جائے کہ وہ ضروری کتابیں دیکھ سکیں لیکن کسی سے مشورہ نہ لیں۔ بہر حال انہیں یہ موقع دینا چاہیئے۔ کہ وہ مختلف کتابوں سے استنباط کر کے مضامین لکھیں۔۔۔۔۔ ہمارا یہ مقصد نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم انہیں موجد بنائیں۔ بلکہ ہمارا ان امتحانوں سے یہ مقصد ہونا چاہیئے۔ کہ ہمارے نوجوان علوم مروجہ کو استعمال کرنا زیادہ سے زیادہ جانتے ہوں۔

آئندہ۔۔۔۔ علاقائی اور سرکل مقرر کر دیئے جائیں اور ان سے ایک ایک نمائندہ اس امتحان میں شریک ہونے کے لئے لیا جائے انہیں مضمون پہلے بتا دیا جائے۔ اور یہ اجازت دی جائے کہ لوکل مجلس کے تمام خدام اپنی ایک میٹنگ منعقد کریں اور اپنے نمائندہ کو دلائل لکھوائیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری کی ساری جماعت اس مضمون کی تیاری میں شامل ہوگی۔ اور ہر خادم کوشش کرے گا۔ کہ اس کی دلیل زیادہ اعلیٰ ہو۔ پھر کتابوں کا بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے صرف دیکھنا یہ ہے کہ آیا اس نے مقررہ وقت میں مضمون لکھ لیا ہے۔ صاحب التعلیم اس کو کہتے ہیں۔ جو ایک مضمون کو ایک مقررہ وقت میں لکھ سکے اور صاحب التعلیم پیدا کرنا ہمارا مقصد ہے۔"

(تقریر سالانہ اجتماع
فرمودہ ۲۲ر اکتوبر ۵۵ء)

انعام لینے کا طریق!

"یاد رکھو کہ جب انعام دینے والا بارک اللہ فیہ کہے تو دوسرے بھی یہی فقرہ زور سے کہیں تا انعام لینے والے کو محسوس ہو کہ سب نے اس کے کام کو پسند کیا ہے اور وہ بھی اس کی خوشی میں شریک ہیں اور لینے والا جزاکم اللہ کہے تاکہ اس کے دل میں شکر گذاری کا مادہ پیدا ہو۔"

(تقریر سالانہ اجتماع بر موقع تقسیم انعامات
فرمودہ ۲۳ر اکتوبر ۵۵ء)

عہد لینے کا طریق

"میں تجویز کرتا ہوں کہ جب کوئی عہد لیا جائے تو خدام بلند آواز سے کہیں "ای" اور پھر عام آواز میں "واللہ" کہیں "واللہ" کا لفظ اونچی آواز میں کہنے کی ضرورت نہیں۔"

(تقریر بر موقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ فرمودہ ۲۲ر اکتوبر ۵۵ء)

اسلام اور اخلاقی اقدار

(از مکرم جناب صوفی بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ)

اللہ تعالیٰ ہر انسان کو پیدائش کے وقت بعض طبعی جذبات اور قویٰ عنایت کرتا ہے۔ بچہ جذبات کی ایک مشین ہوتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے غیر شعوری طور پر اس سے انسانی جذبات کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ بڑا ہونے پر اللہ تعالیٰ اُسے عقل اور تمیز عطا فرماتا ہے۔ اب اس سے اُمید کی جاتی ہے کہ اپنے طبعی جذبات اور قویٰ کو عقل اور تمیز کے تقاضوں کے مطابق موقع و محل کو مدنظر رکھتے ہوئے میانہ روی سے ظاہر کرے۔ عقل کے معنی روکنے والی چیز کے ہیں۔ گویا عقل وہ چیز ہے جو انسان کو طبعی جذبات اور قویٰ کے غیر مفید اظہار سے روکتی ہے۔ انسان کے اسی ملکہ کو اخلاق کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اس مرحلے پر پہنچ کر اگر کوئی شخص عقل سے کام لیکر اپنے جذبات کا اظہار نہیں کرتا تو اُسے بد اخلاق کہا جاتا ہے۔

بچے میں چونکہ عقل ہوتی ہی نہیں۔ صرف غیر شعوری جذبات و احساسات ہی ہوتے ہیں اسلئے اُسے نہ با اخلاق کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی بد اخلاق۔ عقل و تمیز ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سے طبعی جذبات اخلاق کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں اور اخلاق کا نام پاتے ہیں مثال کے طور پر غصہ کے طبعی جذبہ کو لیجئے۔ اگر کوئی بالغ شخص جو عقل و تمیز رکھتا ہے یونہی بغیر کسی جائز وجہ کے کسی شخص پر ہاتھ اٹھائے تو اُسے بد اخلاق کہا جائے گا لیکن جب ایک سپاہی میدان جنگ میں مُلک و قوم کی عزت و ناموس کو بچانے کے لئے اسی طبعی جذبہ کا اظہار کرتا ہے تو تمام دُنیا اس کی تعریف کرتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا کے مختلف علاقوں میں اور مختلف زمانوں میں اخلاقی اقدار میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک خاص زمانے میں ایک خاص فعل کو اعلیٰ درجہ کا خلق تصور کیا جاتا ہے تو دوسرے زمانے میں اسی فعل کو بد اخلاقی اور معیوب فعل تصور کیا جاتا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ کیا ہے؟ یہ بات تو ظاہر ہے کہ انسانی طبعی جذبات تو تمام ممالک میں اور تمام زمانوں میں یکساں رہتے ہیں اسی طرح عقل کا فطری مادہ بھی ایک غیر متغیر چیز ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ طبعی جذبات و عقل کا باہم گٹھ جوڑ مختلف علاقوں یا مختلف ادوار میں مختلف نتائج پیدا کرتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل کی مثال تو ایک گھوڑے یا سواری کی مثال ہے۔ منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لئے بہرحال آپ کو گھوڑے یا سواری پر چڑھنا پڑے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ گھوڑا کس راستے پر چلے، کس کی راہنمائی میں چلے کہ منزلِ مقصود پر پہنچے؟ پس عقل کے ان مختلف راہنماؤں اور راہبروں کے اختلاف اور تنوّع کی وجہ سے عقل کی سواری مختلف منزل ہائے مقصود پر جا پہنچتی ہے اور مختلف اخلاقی اقدار قائم ہو جاتی ہیں۔

عقل کی راہنمائی کرنے والی چیزوں میں سے ایک چیز سوسائٹی کے رجحانات، تمدن و تہذیب کی مختلف کیفیات، عقائد و رسوم اور کئی قسم کی اندرونی، جسمانی و دماغی حالتیں ہوتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ صحیح اخلاقی اقدار کو قائم کرنے
کے لئے عقلِ انسانی کس راہنما کی راہنمائی قبول کرے؟
قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّ هُدَى
اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى۔ صحیح راستہ اور صحیح راہنمائی
وہی ہے جو خالقِ فطرت کی طرف سے آتی ہے۔ جس
کو انسان کی مخفیہ استعدادوں اور ان کے
اچھے یا بُرے نتائج کا کامل علم ہے۔ اسی طرح قرآن کریم
میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ
السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ
اَجْمَعِيْنَ۔ دُنیا میں بہت سے راستے ہیں۔ ان
میں سے بعض ٹیڑھے ہیں یعنی ان پر چل کر انسان ہلاکت
کی جگہوں پر پہنچ جاتا ہے۔ درمیانی راستہ جو انسان
کو سیدھا منزلِ مقصود پر پہنچا دے اس کا بیان کرنا
اللہ تعالیٰ خالقِ فطرت کا ہی کام ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ
نے اس راستے کو اپنے انبیاء کے ذریعہ سے بیان کر دینا
اپنا ذمہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس پر چلنے کے لئے اللہ تعالیٰ
کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ کیونکہ جو کام جبر سے کیا جائے وہ
پھر خُلق یا نیکی نہیں کہلا سکتا۔ اگر خدا تعالیٰ جبراً اپنی مشیت
نافذ کرنا چاہتا تو تم سب کو ہدایت کے راستے پر
ہی چلاتا۔ بنی نوع انسان میں سے بعض کا غلط راستوں پر
عقلی گھوڑے دوڑانا اسی بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے اس معاملہ میں انسانوں کو آزادی دیدی ہے اور فرمایا
ہے:-

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ
فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔

کہ اے رسول! ان کو کہدے کہ یہ طریق
(اسلام) ہی تمہارے رب کی طرف سے
سچا اور حق ہے لیکن تم آزاد ہو جو چاہے
اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے
اپنی مرضی سے انکار کر دے۔"

ہاں اللہ تعالیٰ نے اس امر کا ضرور اہتمام فرمایا ہے
کہ وہ ہر قوم و ملت میں اپنے انبیاء کے ذریعہ سے سچائی
اور کامیابی کا راستہ ظاہر کر دے۔ چنانچہ فرمایا۔

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ

کہ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا تعالیٰ
کی طرف سے ڈرانے والا نہیں گذرا۔

اسی طرح فرمایا:-

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

ہر قوم کے لئے خدا نے راہنما پیدا کئے ہیں۔

پس دُنیا میں ہمیں تین قسم کی اخلاقی اقدار سے واسطہ
پڑتا ہے۔

(الف)۔ وہ اقدار جو انسان کی خود ایجاد کردہ ہیں۔ مثلاً
ان ممالک میں جو کمیونسٹ اور دہریہ ہیں جو اخلاقی
اقدار معرضِ وجود میں ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر
اسی قسم کی ہیں۔ یا ظہورِ اسلام سے پہلے زمانہ
جاہلیت میں بعض اخلاقی اقدار۔ اسی طرح انسانی
فطرت، جذبات یا عقل کے بگاڑ سے پیدا ہوئی
تھیں۔ مثلاً آجکل کے زمانے میں Nudism
تحریک ہے۔ یعنی ننگا رہنے کو مستحسن فعل قرار دیا جاتا
ہے اور اسے بداخلاقی تصور نہیں کیا جاتا۔ اسی
طرح سے زمانہ جاہلیت میں جھوٹی غیرت کی وجہ سے
لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔
غیرت کے طبعی جذبہ میں بے انتہا غلو اور مبالغہ کے
نتیجہ میں یہ رسم پیدا ہو گئی تھی۔

(ب)۔ وہ اخلاقی اقدار جو انبیائے سابقین نے دنیا میں
قائم کیں لیکن وہ مختص الزمان یا مختص المکان تھیں۔
یعنی کسی مخصوص قوم یا ملک اور زمانے کے لئے
تھیں وہ ہر جگہ، ہر ملک، ہر قوم اور ہر زمانے کیلئے

کارگر نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً عیسائیت کی یہ تعلیم کہ اگر
کوئی تیرے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو بایاں
گال بھی اس کے آگے کر دے۔ شاید یہ تعلیم مغلوب الغضب
یہود کے غیظ و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے
بطور برف کے کچھ وقت کے لئے استعمال کی گئی
ہو لیکن ظاہر ہے یہ تعلیم عالمگیر اور ہر موقعہ پر
قابلِ عمل نہیں ہے۔ اسی طرح انبیاءِ سابقین کی
تعلیمات میں بعض ایسی اخلاقی اقدار بھی ہمیں ملینگی
جو ابتداء میں تو درست تھیں لیکن بعد کی تحریفات
نے ان میں بگاڑ پیدا کر دیا۔

(ج) تیسرے نمبر پر وہ اخلاقی اقدار ہیں جنہیں اسلام
نے قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا
ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ
فَمَنِ ابْتَغٰی غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا
فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔ اب اللہ تعالیٰ کی
نگاہ میں سچا دین صرف اسلام ہی ہے۔ اگر
کوئی شخص اسلامی تعلیم کو چھوڑ کر کسی اور دین یا
روش پر چلے گا تو وہ کبھی کامیابی کا منہ نہ دیکھیگا
اور منزلِ مقصود پر نہیں پہنچے گا۔

اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کہ فِیْہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ۔ تمام اعلیٰ قسم کی
اور قائم رہنے والی صداقتیں اور تعلیمیں قرآن کریم
کے اندر موجود ہیں۔ یعنی گزشتہ انبیاء نے
جتنے ایسے اصول بیان کئے گئے تھے جو عالمگیر
اور بنیادی تھے ان سب کو قرآن کریم میں جمع
کر دیا گیا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم اسلام کی قائم کردہ اخلاقی اقدار
اور پہلی دو قسم کی اخلاقی اقدار میں مابہ الامتیاز اور فرق
بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے:-

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ
فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی۔ قَالَ رَبِّ
لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ
کُنْتُ بَصِیْرًا۔ قَالَ کَذٰلِکَ
اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَہَا
وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی۔

یعنی جو شخص قرآن کریم سے منہ موڑیگا
اور الٰہی چشمہ سے روگردانی کرے گا تو اس
کی زندگی کا دائرہ نہایت ہی تنگ ہوگا۔
اور ہم قیامت کے دن اُسے اندھا ہونے
کی حالت میں اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ
اے میرے رب تو نے مجھے اندھا ہونے
کی حالت میں کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو
بہت عقلمند اور دانا ہوا کرتا تھا۔ اللہ تم
فرمائے گا کہ ایسے ہی ہے۔ تیرے پاس
میری آیات پہنچی تھیں لیکن تو نے ان کو
ترک کر کے اور اور راستوں کو اپنایا۔ اب
آج کے دن تجھے اپنی ضلالت و گمراہی
میں علیحدہ چھوڑا جائے گا۔ اور حقیقی
عقلمندوں اور داناؤں یعنی مومنین کے
گروہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔"

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ بعض دانایانِ عالم کا
ذکر کرتا ہے جنہوں نے محض اپنی عقلوں کے گھوڑے
دوڑا کر بعض اصول اور فلسفے ایجاد کرنے کی کوشش
کی۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ کامیابی سے دوچار ہوتے
وہ ایک دلدل میں پھنس کر رہ گئے اور اپنی روحانی
نابینائی کی وجہ سے انہوں نے اس تنگ و تاریک

دلدل یا تنگ و تاریک غار کو ہی ناپیدا کنار سمندر یا کامیابی کا محل سمجھ لیا پس خدا تعالےٰ کے چشمہ سے روگردانی کرنے والوں کا نظریہ حیات نہایت ہی تنگ اور محدود ہوتا ہے۔ اول تو وہ اسی مادی دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اور پھر مادی دنیا کے فوائد کے لحاظ سے بھی نہایت تنگ اور محدود ہوتا ہے۔ (معیشۃً ضنکًا) یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے فلاسفر روحانی اقتدار تو کجا۔ اس رنگ میں اخلاق فاضلہ کا مظاہرہ بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہزارواں حصہ بھی نہیں کر سکتے۔ جس رنگ میں وہ انبیاء سے ظاہر ہوتی ہیں اسکی وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ محدود اور خشک اور سڑی ہوئی عقل سے ہی کام لیتے ہیں لیکن انبیاء اس عقل کو اللہ تعالےٰ کے زندگی بخش الہام کے تابع کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر بہادری کے خلق کو لے لیجئے ...... دنیا میں آپ کو بہادری اور شجاعت کی حیران کن مثالیں ملیں گی۔ مگر ضروری نہیں کہ ہر انسان کی بہادری اور شجاعت کے اظہار کو ہم خلق کہہ سکیں۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ اس خلق کو اس نے اپنی مرضی اور ارادے سے اس رنگ میں ظاہر کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ شخص شیر کی طرح درندہ صفت اور بے خوف تھا اور یہ اس کا طبعی خاصہ بن گیا تھا۔ تو جس طرح ہم شیر کی بہادری کو خلق نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ ایک طبعی جذبہ کہتے ہیں۔ اسی طرح اس انسان کی بہادری کو بھی خلق نہیں کہہ سکتے۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہمیں جہاں آپ کی حیران کن شجاعت کے واقعات ملتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے حیران کن صبر کے واقعات بھی ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہی انسان کس طرح دو مختلف حالات میں مختلف قسم کی حالتوں اور قوتوں کا اپنی مرضی سے اظہار کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ابو جہل نے کپڑا ڈال کر اس زور سے گھونٹا کہ آپ کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خانہ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھنے کی حالت میں ایک بدبخت نے اونٹ کی اوجھڑی مع دیگر گند اور غلاظتوں کے ڈالدی ان ہر دو موقعوں پر آپ نے دشمنوں کا مقابلہ نہ کیا۔ اس وجہ سے نہیں کہ آپ مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ ایسے موقعوں پر ایک بہادر انسان اکثر جان پر کھیل جایا کرتا ہے بلکہ اس لئے کہ آپ نے اپنی مرضی اور ارادے سے صبر کا مظاہرہ کیا۔ کیونکہ دین کا مفاد اسی بات کا تقاضا کرتا تھا۔ ورنہ اس وقت بھی آپ اسی طرح سے نڈر اور بہادر تھے جیسے کہ غزوہ حنین کے موقعہ پر تھے۔ جبکہ آپ تیروں کی بوچھاڑ میں جبکہ اسلامی لشکر بھاگ چکا تھا اور آپ چند جاں نثار صحابہ کے ساتھ میدان جنگ میں اکیلے رہ گئے تھے۔ یہ کہتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھے

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب۔ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ یعنی کیا ہوا کہ اگر لشکر اسلام بھاگ گیا ہے۔ اے کفار تمہارا مقابلہ تو دراصل مجھ سے ہی اور میں خدا کا سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔ اور میں اکیلا تمہاری طرف بڑھ رہا ہوں۔ اور تم مجھے کوئی گزند نہ پہنچا سکو گے۔ اور فتح مجھے ہی ہو گی۔ چونکہ انبیاء کا حقیقی اور دائمی مشن توحید کا قیام ہوتا ہے۔ اس لئے اس فوق البشر بہادری کے اظہار پر ہو سکتا تھا کہ آپ کے امتی آپ کو خدائی کا مقام دے دیتے اس لئے ساتھ ہی فرما دیا کہ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں انتہائی صبر اور پھر دوسری طرف انتہائی شجاعت کے نمونے ملیں گے اس کے مقابل پر کسی دنیوی انسان کی زندگی میں اس قسم کے نمونے نہیں مل سکیں گے۔ ہاں یک طرفہ نمونہ ملینگے لیکن وہ بھی اس شان و کمال کے نہیں جو ہمیں انبیاء کی زندگیوں میں ملتے ہیں۔ فلاسفروں کے اخلاق کنوئیں کی طرح محدود اور تنگ دائرہ رکھنے والے ہوتے ہیں لیکن انبیاء کے اخلاق وسیع سمندر کی طرح ہوتے ہیں کیونکہ ان کے اخلاق الوہیت کے نا پیدا کنار سمندر کا پرتو ہوتے ہیں اہل مغرب نے بھی دنیا کو مساوات انسانی کا سبق دیا لیکن اس سے مطلب صرف اپنی قوم کے اندر مساوات قائم کرنا تھا۔ تمام دنیا کے لوگوں۔ ہر اسود و احمر کالے اور گورے کو ایک سطح پر کھڑا کرنے کے لئے وہ جب تک تیار نہیں۔ امریکہ کا تمدن اس امر پر شاہد ناطق ہے۔ وہاں کالوں اور گوروں کا مسئلہ خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے لیکن اسلام نے وہ اخلاق قائم کئے کہ ایک آزاد کردہ غلام کے بیٹے اسامہ کو اکابر صحابہ پر مشتمل لشکر کا کمانڈر بنا دیا گیا۔

۲ دوسرا فرق۔ اسلام کی قائم کردہ اخلاقی اقدار اور دوسری اخلاقی اقدار میں یہ ہے کہ دوسری جگہ اگر کوئی اچھی چیز آپ کو ملتی ہے۔ تو اسکا شاندار عملی نمونہ بعض اوقات نہیں ملتا صرف تھوڑی ہی تھوڑی ملے گی۔ ایسی اقدار کو اپنانے کے لئے فطرت انسانی تیار نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدشہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان میں کوئی چھپا ہوا مضر اور برا پہلو بھی موجود ہو یا وہ تھوڑی یا انسانی ہمت اور استعداد سے بالا ہو

لیکن اسلام نے جو بھی اقدار قائم کی ہیں خواہ وہ اخلاقی ہوں یا کہ روحانی ان سب کا نمونہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں ملتا ہے۔ کوئی شخص یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ اسلام کی فلاں تعلیم ان کی طاقت سے ہی بالا اور ناقابل عمل ہے۔ یا اس میں کسی قسم کا مضرت اور برائی کا کوئی پہلو مخفی ہو سکتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں اعلان فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ
يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ
وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔

یعنی جو شخص اللہ اور یوم آخرت کی ملاقات کو مدنظر رکھ کر کامیابی کا حصول چاہتا ہے بلکہ ہر وقت ہی اللہ تعالےٰ کی صفات کے رنگ میں رنگین ہو کر ترقی اور شرف کی طرف قدم رکھنا چاہتا ہے اسے اللہ کے رسول میں ہر کمال۔ ہر صفت اور ہر خلق کے لئے ایک حسین، خوبصورت نمونہ مل جائے گا۔"

دوسرے انبیاء بھی اپنی اپنی اُمتوں کے لئے نیک نمونہ تھے لیکن آجکل ایک تو ان انبیاء کے حالات ہمارے کے سامنے اپنی اصلی صورت میں محفوظ نہیں دوسرے وہ انبیاء زندگی کے تمام حالات میں سے نہیں گذرے کہ ہر امر میں نمونہ پیش کر سکیں۔ یہ دونوں امر اللہ تعالےٰ نے صرف اور

علیہ وسلم کے لئے ہی مخصوص کئے ہیں کہ ایک طرف تو آپ زندگی کے ہر پہلو میں ہمارے لئے ایک خوبصورت و دلکش نمونہ پیش فرماتے ہیں اور دوسری طرف آپکی زندگی کے ہر شعبہ کے حالات ہم تک پہنچے ہیں اور بہت ہی مستند اور معتبر ذرائع سے پہنچے ہیں۔

دنیوی فلاسفروں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اُن میں سے تو اکثر یقولون مالا یفعلون کے مصداق ہوتے ہیں یعنی کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ ان کی عملی حالتیں ان کے الفاظ و بیانات سے بالکل متناقض پائی جاتی ہیں لیکن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن آپؐ کے کردار کی تصویر ہے۔ اور آپؐ کا کردار قرآن کریم کی تفسیر تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کتنا سچا ہے۔ کہ کان خُلُقُہٗ کُلُّہٗ القرآن آپ کے اخلاق تمام کے تمام قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

۳ تیسرا امر جو اسلام اخلاقی اور روحانی اقدار کے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔ وہ لِلّٰہیت ہے۔ اور الٰہی امور کو اعلیٰ درجے کے اخلاق قرار دیا جاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اور اس کے رنگ میں رنگین ہوتے ہوئے ظاہر کئے جائیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدل، احسان اور ایتائے ذی القربیٰ کا حکم دیتا ہے"۔

[illegible]

کئے گئے ہیں:۔

پہلا مرتبہ عدل ہے۔ یعنی انسان کسی سے اسلئے نیکی کرے تا دوسرا شخص بھی اس سے اسی قسم کا معاملہ کرے۔

دوسرا مرتبہ احسان کا ہے کہ دوسرے کے سلوک سے بڑھ کر نیکی کی جائے۔ یا ایسے شخص سے نیکی کی جائے جو بدلہ نہ دے سکتا ہو۔

تیسرا مرتبہ ایتاء ذی القربیٰ ہے یعنی اس طرح سے کسی سے نیکی کی جائے جس طرح رشتہ داروں سے ایک طبعی جذبے کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔ نہ معاوضے کا خیال ہو اور نہ احسان کا احساس۔ جیسے ماں بچے سے ایک طبعی جذبے کے ساتھ محبت کرتی ہے نہ اس وقت اُسے بچے کی طرف سے کسی قسم کا معاوضہ ملنے کا خیال ہوتا ہے اور نہ ہی یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ بچے پر احسان کر رہی ہے۔ بلکہ اگر ماں کو اس کام سے روکا جائے تو وہ سخت مضطرب و پریشان ہو جائیگی۔ پس اخلاق کا اعلیٰ ترین مقام ایتاء ذی القربیٰ ہے کہ ایک طبعی جذبہ کے ساتھ اس کا اظہار ہو۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کا سچا طالب ہو۔ اور ہر کام اُسی کی صفات کے جلوے سے متاثر ہو کر اور اسی کے رنگ میں رنگین ہو کر کرے۔ ایک سچا مومن بنی نوع کی ایک طبعی جذبے سے محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر خدمت کریگا اور تمام بنی نوع کی طرف ایک طبعی جذبۂ محبت و اخوت محسوس کرے گا۔ جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی کے لئے محسوس کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا احساس تمام انسانوں کو بلکہ مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو ایک روحانی اخوت کے رنگ میں رنگین کر دیتا ہے۔

قرآن کریم نے نیکیوں اور اعمال خیر کے کاموں کا

نام اسی لئے صدقہ رکھا ہے کہ وہ صدقِ نیت کے ساتھ خدا کی خاطر سرانجام دی جاتی ہیں اور ان کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا اور حقیقی تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

اور احسان جتلانے کو قرآن کریم میں سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى۔

کہ احسان جتلا کر اور اذیت دے کر اپنی نیکیوں کو باطل مت کرو۔"

پس للّٰہیت کا جذبہ اسلامی اخلاق و کردار میں ایک ایسا حسن پیدا کر دیتا ہے کہ یہ حسن ہمیں کسی اور جگہ دیکھنے میں نہیں آتا۔

۴۔ چوتھا امر جو اسلام اخلاقی اقدار کے لئے ضروری قرار دیتا ہے وہ میانہ روی، سادگی، عدم تکلف، زوائد سے پرہیز اور لغو امور سے کلی اجتناب ہے۔

جہاں تک تکلف اور تصنع کا تعلق ہے اللہ تعالےٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:۔

مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ

میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

لغو یعنی غیر ضروری اور غیر مفید امور کو ترک کرنا مومن کی شان بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ٥

سادگی اور میانہ روی کو ہر خلق میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اُمتِ محمدیہ کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

ہم نے تم کو درمیانی اُمت بنایا ہے یعنی افراط و تفریط سے بچ کر درمیانی راستے پر گامزن رہنے والی اُمت۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا

بہترین کام وہی ہیں جن میں میانہ روی اختیار کی جائے۔ مثلاً جہاں خرچ کرنے کا تعلق ہے وہاں نہ بخل اور کنجوسی سے کام لیا جائے اور نہ بے جا اسراف کیا جائے۔ مومنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ٥

کہ مومن خرچ کرنے میں نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی اختیار کرتے ہیں بلکہ درمیانی روش پر رہتے ہیں۔

دوسری سوسائٹیوں کی اخلاقی اقدار میں ہمیں کافی حد تک زوائد نظر آتے ہیں۔ تکلف اور بے جا اسراف نظر آتا ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں جو انسانی طبقات میں اختلاف کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرتے چلے جاتے ہیں۔

آجکل مغرب میں خاص موقع پر ایک خاص لباس نہ پہننا بداخلاقی تصور کیا جاتا ہے۔ دن میں متعدد بار وہ لوگ اپنے لباس تبدیل کرتے ہیں۔ غرضیکہ تکلف، اسراف اور افراط و تفریط کا بازار ہر جگہ گرم ہے۔ ان سوسائٹیوں میں انسان کی قدر و منزلت اس کے لباس سے پرکھی جاتی ہے۔ لیکن اسلام کہتا ہے کہ:۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ

تقویٰ کا لباس ہی بہترین لباس ہے۔

اور فرماتا ہے:۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

اَتْقٰکُمْ۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے معزز وہی ہے جو خدا کو ناراض کرنیوالی باتوں سے سب سے زیادہ بچتا ہے۔"

اسلام کا ہر حکم، مسلمان کا ہر کردار سادگی، بے تکلفی اور میانہ روی کا مرقع ہوتا ہے۔ کسی شخص کو اپنی طاقت اور وسعت سے بڑھ کر بوجھ اٹھانے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔

پس اسلامی اخلاق میں بے تکلفی، سادگی، میانہ روی، لغویات سے پرہیز ہمیں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلامی اخلاق کا اصل منبع صفاتِ باری تعالیٰ ہیں۔ ہر اسلامی خُلق اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ میں سے کسی نہ کسی صفت کا پرتو ہوتا ہے۔ جو امر اور جو کردار اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ میں سے کسی صفت کا پرتو نہ ہوگا وہ ہرگز ہرگز اسلامی خلق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی امر کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا:-

صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً

کہ اللہ کا رنگ ہی اختیار کرو اور کونسا رنگ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے بہتر ہو سکتا ہے۔"

اسی طرح حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:-

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ

کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اخلاق سے متصف ہو جاؤ۔"

اسلامی اخلاقی اقدار میں اور دوسرے معاشرات کی اخلاقی اقدار میں اور بھی بعض اختلافات ہیں۔ مگر مندرجہ امور ان دونوں میں واضح طور پر مابہ الامتیاز ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منصب سلطان القلم اور ہم

جماعتی صحافت کی بہتری کیلئے ضروری تجاویز

(بقیہ از صفحہ ۲۶)

ہو سکتا ہے ضروری ہے کہ ہمارا قومی ادارہ احمدیہ انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن اس طرف فوری توجہ دے اور عملی اقدام کرے۔

امید ہے کہ جماعت کے بزرگ بھی نوجوان کے اس ناچیز مشورہ پر غور فرمائیں گے۔ اور جماعت کے نوجوان بھی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اپنے بس کا پورا زور لگائیں گے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس نیک نیتی کے شیریں پھل پیدا کرے۔ اور ہمارے اخبارات کو اپنا پارٹ ادا کرنے کے لئے ضروری ذریعے کھولے اور ضروری سامان بھی مہیا کرے + آمین

رُوحانی صحت کے لئے جسمانی صحت کی اہمیّت

(از مکرم جناب میجر ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب لائل پور)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جسمانی حالتوں کا ہماری روحانی حالت پر اثر پڑتا ہے۔ اسلئے روحانی صحت کے لئے جسمانی صحت کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی خوراک اور کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور رُوحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں۔ اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب کو بہت ملحوظ رکھا ہے۔

جسمانی اوضاع کا رُوح پر اثر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس لطیف تعلق کو "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں خوب واضح فرمایا ہے کہ کس طرح جسمانی اوضاع کا روح پر قوی اثر ہے۔ مثلاً اگر ہم تکلّف سے ہی روئیں تو فی الفور آنسوؤں کا ایک شعلہ دل پر جا پڑتا ہے۔ اور دل غمگین ہو جاتا ہے۔ یہی حال تکلّف سے ہنسنے کا ہے۔ کہ اس سے بھی دل میں انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔ گردن اونچی کر کے چلنا تکبّر پیدا کر دیتا ہے اور علم النفس کے ماہرین نے تو یہاں تک معلوم کر لیا ہے کہ بعض معمولی ظاہری جسمانی اوضاع مثلاً مُنہ کھلا رکھنا یا مُنہ کو سختی سے بند رکھنا بھی انسان کے کیریکٹر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی میں بہت زیادہ نرمی ہو تو اس کی ایک وجہ اس کا مُنہ کو ڈھیلا یا کھلا رکھنا ہو گی۔ اس کے برخلاف مُنہ کو سختی سے بند رکھنے والے عموماً سخت مزاج ہو جاتے ہیں۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ کوئی شخص بہت قابل تھا۔ مگر جب اس کو ایک کالج کا پرنسپل بنا دیا گیا تو وہ نا اہل ثابت ہوا۔ اس کی وجہ اس کو ایک ماہر نے بتائی کہ تمہارے دل میں بہت نرمی ہے اسلئے تم انتظام قائم نہیں رکھ سکتے۔ تم دانت اور جبڑے جوڑ کر رکھا کرو۔ یعنی مُنہ کو سختی سے بند کیا کرو۔ اس کے بعد وہ بہت سخت منتظم مشہور ہو گیا۔

غذا کا اثر رُوح پر

اسی طرح طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے۔ بالکل گوشت نہ کھانا شجاعت کی قوت کم کر کے انسان کو بے غیرت بنا دیتا ہے مگر گوشت خوری پر زیادتی بھی انسان کے دل سے حلم اور انکسار کو کم کر دیتی ہے۔ اسی واسطے قرآن کریم نے میانہ روی کا حکم دیا ہے کہ سبزی اور گوشت دونوں کا استعمال رکھو۔

اسی طرح خوراک کا حلال بلکہ طیب ہونا بھی ضروری ہے۔ تا صالح خوراک سے خون صالح پیدا ہو اور خون صالح سے اعمال صالح کی توفیق ملتی رہے۔ (کُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا)

جس طرح جسمانی افعال اور اعمال کا رُوح پر اثر ہے ایسا ہی کبھی رُوح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے غم کی خبر آنے سے انسان چشم پُر آب ہو جاتا ہے۔ اور خوشی کی خبر تبسّم پیدا کر دیتی ہے۔ غرضیکہ ہماری جسمانی حرکات اور اوضاع کا روحانی حالتوں پر اثر

ہے۔ یہاں تک کہ جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے
بھی تعلق ہے۔ دماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے
حافظہ جاتا رہتا ہے یا ہوش و حواس رخصت ہو جاتے
ہیں۔

روح کی ماں جسم ہی ہے

جسمانی حالتوں کا روح
پر اثر اس حقیقت سے
بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ اسلام کی رو سے روح کی
ماں جسم ہی ہے۔ اس راز کو ظاہر کر کے اسلام نے
روحانی اور جسمانی ترقیات کے لئے ایک نئے باب کو
کھول دیا ہے۔ ورنہ دوسرے مذاہب کی طرح اگر یہ
مانا جائے کہ روح ازل سے تیار شدہ (جس کی صفات
میں کوئی تغیر اب ممکن نہیں) آسمان سے ماں کے پیٹ
میں داخل کر دی جاتی ہے تو کوئی عورت اس بات
کے لئے تیار نہ ہوتی کہ وہ ایام حمل میں اپنی جسمانی اور
دماغی صحت کا خیال رکھے۔ کیونکہ روح تو تیار شدہ ملتی
ہے جس میں کوئی ارتقاء یا اصلاح "ماں" نہیں کر سکتی۔
لیکن اگر یہ عقیدہ ہو کہ روح جسم کے اندر سے ہی پیدا
ہوتی ہے تو یقیناً والدہ یہ کوشش کرے گی کہ ایام
حمل میں پوری احتیاط برتے تا ایک زیادہ فعال
اور سمجھدار انسان پیدا ہو۔

دماغی صحت کی اہمیت

دماغی صحت کی اہمیت
اس سے ظاہر ہے کہ
عوام اور کبار اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کو بھی الہام
کے سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ الہام چونکہ
قلب پر انوار الٰہیہ کی غیر مرئی اور غیر مسموع صورت میں
نازل ہوتا ہے اسلئے اس کو پڑھنے اور سننے اور سمجھنے
کے لئے اعلیٰ دماغ کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
کسی نبی کے متعلق ثابت نہیں کہ اس کو کوئی دماغی عارضہ
جنون یا ہسٹریا وغیرہ ہوا ہو۔ چنانچہ اسی
دماغی خرابی کا نتیجہ ہے کہ مغرب والوں کو خوابیں بالعموم
کم آتی ہیں اور الہام تو بالکل ہو نہیں سکتا۔ اول الذکر
نقص کی وجہ ان کی بے خوابی ہے جس کو دور کرنے کیلئے
ان کو قریباً ہر رات خواب آور ادویہ لینی پڑتی ہیں۔ اور
الہام نہ ہونے کی وجہ ان کی کثرت سے شراب نوشی
ہے جو دماغ کے ان نازک اور حساس اعصاب کو
برباد کر دیتی ہے جن پر الہام کے سمجھنے کا مدار ہے۔

جسمانی حالتوں کا خواب پر اثر

عوام کی خوابوں کا
مدار بھی بہت حد تک
جسمانی کیفیات پر ہے (روحانی رؤیا اور کشوف اس
قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں کہ ان کا ماخذ دیگر ہے۔) چنانچہ
یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جن لوگوں کے خون
میں ایک خاص رطوبت ADRENALIN زیادہ
ہو ان کو ڈراؤنی خوابیں زیادہ آتی ہیں۔ اور اسکے
برعکس جن کے خون میں PITUITARY کی رطوبت
زیادہ ہو ان کو مزیدار خواب زیادہ آتے ہیں۔ حالانکہ
خواب ایک روحانی کیفیت ہے اور خون کی رطوبتیں
مادی شے ہیں۔ پس جسم کا اثر روحانی کیفیات پر واضح
ہے۔

اسی طرح خوابوں کا بھی جسم پر اثر ہے۔ غم کی خواب
راتوں رات جوان آدمی کے بال سفید کر دیتی ہے اور
کئی امراض لگ جاتے ہیں۔ مثلاً فالج وغیرہ۔ اور
اس کے برعکس خواب سے امراض دور بھی ہو جاتے
ہیں۔

فطرت اور دماغی صحت

انسانی فطرت یا ضمیر بھی
انسان کی عملی راہنمائی
نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کو دماغی صحت حاصل نہ ہو۔
کانشنس یا ضمیر انسان کو یہ کہتی رہتی ہے کہ نیکی کر
اور بدی سے بچ مگر یہ تفصیلی ہدایت کو نیکی کس چیز کا

نام ہے اور بدی کس کو کہتے ہیں۔ اس کا فیصلہ دماغ کرتا ہے یعنی انسان کی قوتِ عقلیہ اور شعور وغیرہ۔ اور عقل کے فیصلوں کا دار اُن اطلاعات پر ہوتا ہے جو دماغ حواسِ ظاہری اور باطنی اور دیگر کیفیات اور اثرات (مثلاً ورثہ اور ماحول، تعلیم و تربیت، صحت اور رسوم و رواج، بچپن کے حوادث 'عادات' وغیرہ) سے اخذ کرتا رہتا ہے۔ پس اگر دماغ کو ان اثرات کی ترجمانی میں غلطی لگ جائے تو وہ ضمیر کو غلط راستے پر ڈال سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ کانشنس اس کو بُرے کام کی ترغیب دیتی اور خوش ہوتی رہے اور نیک کاموں پر اس کو سرزنش کرے۔ پس دماغی صحت کے بغیر انسانی ضمیر یا فطرت کی آواز بھی صدا بصحرا بن جاتی ہے۔

نشوں کا نقصان

بعض دفعہ جسم میں سے خاص معدنیات کی کمی یا نشوں کی عادت بھی انسان میں اخلاقی کمزوریاں پیدا کر دیتی ہے مثلاً خون میں سے اگر چونا کیلسیم کے اجزاء کم ہو جائیں تو اس سے انسان کی قوتِ ارادی کمزور ہو کر قوتِ متخیلہ بڑھ جاتی ہے۔ یہی حال تمباکو نوشی کا ہے اور اس طرح ادنیٰ تربیت شدہ لوگوں میں جھوٹ کی عادت پیدا ہو جاتی ہے خصوصاً جبکہ طبعی میلان اور مواقع موجود ہوں۔

پس نوجوانوں کو سگریٹ نوشی سے بچنا لازمی ہے اب تو اس کا تعلق پھیپھڑوں کے سرطان سے بھی ثابت ہو گیا ہے۔ اور حاملہ عورتوں کو بالخصوص دودھ زیادہ پینا چاہیئے۔ تا کیلسیم کی کمی نہ ہو اور ان کی جسمانی اور اخلاقی صحت درست رہے۔

روحانی علاج میں طبّ کی ضرورت

روحانی بزرگوں (اولیاء، خلفاء اور انبیاء) کے لئے طب جاننا بھی ضروری ہے۔ تا وہ اپنے متبعین کو کوئی ایسی روحانی ہدایت نہ دیدیں جو اُن کے جسم کو ہلاک کر دے یا صحت کو کمزور کر دے بعض روحانی ریاضتیں اور مشقتیں (مثلاً مسلسل روزے رکھنا وغیرہ) خاص قوی اور مضبوط جسم بھی چاہتی ہیں۔ جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ مگر بعض نادان لوگ بزرگوں کی نقل کر کے نقصان اٹھا لیتے ہیں۔

بعض دفعہ خواب کے ذریعے بھی جسمانی ضروریات کا علم دیا جاتا ہے۔ مگر نادان، بناوٹی مجذوب اس کی تاویل اور تعبیر کر کے نقصان اُٹھا لیتے ہیں۔ کیونکہ خواب روحانی اور تعبیر طلب نہیں ہوتا بلکہ اس کو بظاہر پورا کرنا ہی اس کی تعبیر ہوتی ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ قادیان میں ایک پتلا دُبلا فاقہ زدہ نوجوان جو روزوں کا عادی تھا حضرت اقدس (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب سُنایا کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حلوہ کھانے کو دیا ہے اور اس کی تعبیر غالباً یہ ہے کہ مجھے حضورؑ کی محبت عطا کی گئی ہے۔ مگر اس کی ظاہری حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ اس کی تعبیر یہی ہے کہ تم خود حلوہ کھایا کرو۔ تا دماغ کی خشکی دُور ہو۔ غرضیکہ یہ ایک وسیع مضمون ہے کہ جسمانی حالتوں کا انسان کی رُوحانی حالتوں پر گہرا اثر ہے۔

صحت کے متعلق اسلام کے پُرحکمت احکام

اسلام نے اسی واسطے بڑی کثرت سے روحانی راہنمائی کے ساتھ ساتھ ظاہری صفائی، طہارت، حرام حلال، اکل و شرب، سونے اور جاگنے کے طریق، کھانے کے آداب، لباس، بستر اور ماحول کی

صفائی، مساجد اور مقاماتِ اجتماع کی صفائی۔ بالوں کی تزئین، صنفی اور جنسی تعلقات، عورتوں کے مخصوص عوارض، شادی نکاح کے احکام، پردہ، ضبطِ تولید، مُردہ دفن کرنے۔ غرضیکہ ہر امر کے متعلق شرح و بسط کے ساتھ مکمل ہدایات دی ہیں۔ جن کی تفصیل اس مختصر مقالہ میں ناممکن ہے۔ دوست ریڈیو اُردو کے فائلوں میں دیکھ سکتے ہیں (بالخصوص اکتوبر ۱۹۷۵ء کے شمارہ میں)

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام نے بچے کے پیدا ہونے بلکہ اس سے بھی قبل کے اثرات کو مٹانے کے لئے میاں بیوی کو تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ مثلاً انتخاب زوج کے اصول، بے تکلفی کے وقت کی دُعا۔ ایامِ حمل اور رضاعت کی ہدایات، حیض اور نفاس کے احکام، غسلِ جنابت، تحنیک، ختنہ، نوزائیدہ کے سر کے بال مونڈنا، کان میں اذان دینا، وضو، مساجد کے آداب (مثلاً بُودار اشیاء کچا پیاز، لہسن، مُولی وغیرہ کھا کر مسجد میں نہ جانا) اجابت اور طہارت کا طریق، دانتوں کی صفائی اور مسواک کی اہمیت، داڑھی کی ضرورت، بغل اور زیر ناف کی صفائی، سونے کا طریق وغیرہ۔

عملی تربیت کے بعض اصول

بچپن کی عادات انسان پر گہرا اثر چھوڑتی ہیں۔ اور وہ فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہیں۔ پس بچوں کی تربیت بہت اہم شئے ہے۔ اور ماؤں کا فرض ہے کہ وہ بچوں کی ایسے رنگ میں جسمانی اور اخلاقی تربیت کریں اور ان کی صحت کا خیال رکھیں کہ وہ بڑے ہو کر خدمتِ دین پر کمربستہ رہ سکیں۔ نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر قوموں کی اصلاح ناممکن ہے۔ کیونکہ احمدیت کی مقدس امانت انصار کے بعد خدام کے کندھوں پر آنے والی ہے۔ مثلاً بعض بچوں کو ننگے سر پھرنے اور کوٹ کے بغیر مساجد میں آنے کی عادت ہوتی ہے یہ نہ صرف وقار کے خلاف ہے بلکہ صحت کے لئے بھی مضر ہے۔ ہمارے بزرگ اکثر کوٹ پہن کر آتے ہیں اور ننگے سر نہیں نکلتے۔ لیکن ان کی اتباع ضروری ہے نہ کہ مغرب زدہ لوگوں کی۔

(۱) بچے کے ایک کان میں اذان دینے کا مطلب یہ ہے کہ والدین کا فرض ہے کہ ابھی سے بچے کی قولی تربیت شروع کر دیں۔ اور دوسرے کان میں اقامت کہنے میں اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ ابھی سے عملی تربیت بھی ساتھ ہی شروع کر دی جائے۔

(۲) اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ اس کو صاف رکھا جائے اور جونہی اس کے لنگوٹ میلے یا گیلے ہوں فوراً بدل دیئے جائیں۔ یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ بچے میں پہلا گناہ غلاظت سے پیدا ہوتا ہے جب بچہ اندام کو کھجاتا ہے۔

(۳) پھر یہ ضروری ہے کہ بچے کو غذا وقت مقررہ پر دی جائے تا اس کو جذبات پر قابو رہے اور وہ خواہشات کو دبا سکے۔ ایسا نہ ہو کہ جب بچہ روئے تو اس کو دودھ دیدیا۔ بڑی عمر کے بچوں کو بھی وقت پر کھانا دیا جائے۔ تا ان میں پابندیٔ اوقات اور خواہش کو دبانے کی عادت ہو اور صحت بھی درست رہے۔ سب کے ساتھ مل کر کھانا کھانے سے خود غرضی اور نفسانیت پیدا نہ ہوگی۔ اسراف کی عادت بھی نہ ہوگی اور لالچ کا مقابلہ کرنے کی ان میں طاقت پیدا ہوتی رہے گی۔

(۴) وقت مقررہ پر پاخانہ کی عادت بھی روحانی صحت کے لئے ضروری ہے تا صحت کے علاوہ اعضاء میں وقت کی پابندی کی حس پیدا ہو۔ پابندیٔ

وقت کرنے والے بچے میں نماز روزہ کی بھی پختہ عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ بے جا جوش دب جاتے ہیں جس کا بڑا سبب بے وقت کام کی عادت ہی ہے۔ غذا اگر اندازہ کے مطابق ہوگی تو بچے میں قناعت پیدا ہوگی۔

(۵) گوشت، ترکاری، پھل ہر طرح کی خوراک دی جائے۔ گوشت کی زیادتی ہیجان پیدا کرتی ہے۔ بسیار خوری سے انسان کی عمر بھی کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بلوغت جلدی آجاتی ہے۔ اور قدرت کا یہ اصول ہے کہ جتنی جلدی کوئی جاندار بالغ ہو اتنی ہی اس کی عمر کم ہوتی ہے۔

(۶) زیادہ پیار کرنا۔ ہر وقت بچوں کو چومتے چاٹتے رہنا بھی مضر ہے۔ اس سے کئی اخلاقی امراض بعد میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بچوں کو نشوں سے بچانا بھی ضروری ہے اس سے اعصاب کمزور ہو کر جھوٹ کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ نشہ پینے والا اندھی تقلید کا عادی ہو جاتا ہے۔

(۸) بچوں کو الگ بیٹھ کر کھیلنے سے روکنا ضروری ہے

(۹) ...... اسی طرح ان کو ننگا ہونے سے بھی روکنا چاہیئے۔

(۱۰) پھر ورزش بھی ضروری ہے تا وہ جفاکش ہوں۔ اس کا تعلق دنیوی ترقی اور اصلاحِ نفس دونوں سے ہے۔ ہاضمہ کی درستی بھی گہری نیند کے لئے ضروری ہے۔ رات کی بسیار خوری سے بسا اوقات نہ صرف نوافل بلکہ صبح کی نماز بھی قضاء ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ انسان کی ظاہری حالتوں کا اس کے باطن سے گہرا تعلق ہے اور باطن کا ظاہر سے شدید رابطہ ہے۔ اسی طرح جسمانی حالتوں اور اوضاع کا روحانی کیفیات اور روحانیت پر گہرا اثر ہے۔ اور روحانی پاکیزگی کا ظاہری طہارت سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پس روحانی صحت کے لئے جسمانی صحت کی اہمیت اور ضرورت واضح ہے۔ اسی واسطے اسلام نے ظاہری پاکیزگی، طہارت اور جسمانی آداب کو تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض میں شدت سے ملحوظ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ کھانے پینے کے آداب اور خوراک کے انتخاب میں بھی پُرحکمت ہدایات دی ہیں۔ اور انسان کے جسم، لباس، ماحول وغیرہ ہر امر میں ظاہری صفائی کو ملحوظ رکھا ہے۔ اسی طرح الہام، رؤیا اور کشوف کے سمجھنے میں بھی دماغی صحت ضروری شرط ہے۔ روح کی ماں چونکہ جسم ہی ہے اسلئے جسم اور روح کا گہرا رشتہ ہے اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ پس نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ روحانی ریاضتوں کے ساتھ اپنے جسم اور دماغ کی صحت اور صفائی کا بھی خاص خیال رکھیں۔ تا وہ لمبی اور صحت والی فعال عمر پا سکیں اور زیادہ دیر تک خدمتِ دین کر سکیں۔ آمین۔ اور وہ آنحضرت صلعم کی اس حدیث کے مصداق ہوں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں عمریں لمبی ہوں گی +

ہم اپنے

قارئین کی رائے کا پورا پورا احترام کرتے ہیں

(ادارہ)

پسرِ موعود کی پیشگوئی اور تحریکِ خدام الاحمدیہ

(از مکرم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد ربوہ)

آسمانی ادب ذو المعارف ہی نہیں ذو الوجوہ بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے اسرار و غوامض کا سلسلہ نہایت درجہ وسیع ہوتا ہے اور ہر طلوع ہونیوالی صبح اس کی عظمتوں پر ایک نئی گواہی پیش کرتی ہے اور ایک عالم پکار اُٹھتا ہے کہ ؎

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوتِ حق کے لئے
اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

اسی نقطۂ نظر کے مطابق بطور مثال اگر پسرِ موعود کی پیشگوئی کو دیکھا جائے تو بلا مبالغہ اس کا لفظ لفظ بحرِ مواج نظر آتا ہے۔ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کہنے کو تو اس تاریخی پیشگوئی کے الفاظ میں یہ ایک مختصر سا فقرہ ہے۔ مگر دستِ قدرت نے اس میں "تین" کے لفظ کو عمومیت کا رنگ دیکر واقعات کی ایک دنیا آباد کر ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں اس خدائی خبر کا ظہور کئی بار مقدر ہے۔ تا ایک لمبے عرصے تک اتمامِ حجت کے تقاضے پوری آب و تاب سے پورے ہوتے رہیں۔ چنانچہ پہلی مرتبہ اس کا ظہور سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی ولادت باسعادت کے وقت ہوا جبکہ حضور پیشگوئی کے انکشافات سے چوتھے سال یعنی ۱۸۸۹ء میں جلوہ افروزِ عالم ہوئے۔ آپ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم، مرزا فضل احمد صاحب مرحوم اور بشیر اوّل کے بعد پیدا ہوئے اور چوتھے فرزند تھے۔

اس خبر کا دوسری مرتبہ ظہور ۲ دسمبر ۱۹۳۰ء کو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کی بیعت کے ذریعہ سے ہوا اور اس طرح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ دوسری بار تین کو چار کرنے والے ثابت ہوئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ الفرقان مارچ ۱۹۴۶ء)

الٰہی بشارت کا تیسری مرتبہ ظہور ہمارے سامنے پاکستان میں ربوہ ایسے عظیم الشان مرکزِ احمدیت کے قیام سے ہوا جو بے حد ایمان افزا ہے۔ کیونکہ اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک کشف میں پہلے سے معیّن رنگ میں بتایا گیا تھا کہ قرآن مجید میں مکہ، مدینہ اور قادیان تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ موجود ہے۔ (تذکرہ طبع دوم صفحہ ۔۔) دوسرے خود "تین کو چار کرنے والا ہوگا" کی عبارت کے سیاق و سباق میں اس نئے اور چوتھے مرکز کی بعض اہم خصوصیات کی طرف اشارہ پایا جاتا تھا۔ مثلاً "دوشنبہ مبارک دوشنبہ" کے الفاظ میں اس مرکز کے یومِ افتتاح کی خبر دی گئی تھی۔ چنانچہ ربوہ کا افتتاح ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو وقوع میں آیا جو دوشنبہ تھا۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ ان وجوہ میں سے کوئی امر بھی نہ ہوتا تب بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ کیونکہ حال ہی میں ایک ایسی حیرت انگیز آسمانی شہادت ظاہر ہوئی ہے کہ بس دن ہی چڑھ گیا ہے۔ یہ شہادت ہماری جماعت کے ایک واجب الاحترام بزرگ چوہدری غلام حسین صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ای۔ایس رضی اللہ عنہ کی ہے جنہیں آج سے زیادہ برس اور ربوہ کے افتتاح سے تین برس پیشتر بذریعہ رؤیا یہ بتایا گیا کہ تین کو چار کرنے سے مراد ایک جدید مرکز کا قیام ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ چوہدری صاحب مرحوم نے ۔۔ کو

چار کرنے والا کے معنی کھل گئے" کے عنوان سے الفضل ۹ر مارچ ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں اسے شائع بھی کرا دیا تھا۔ چوہدری صاحب مرحوم نے یہ بتاتے ہوئے کہ میں کرنال میں سرکاری ملازمت پر تعینات تھا اور مضطربانہ دعائیں کرتا تھا کہ "یا الٰہی یہ تین کو چار کرنے والا کیا راز ہے کہ اب تک مخفی چلا آ رہا ہے" تحریر فرمایا کہ ان دعاؤں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے عالم رؤیا میں مجھے یہ نظارہ دکھایا کہ:-

"دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان میدان ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصلح موعود کا جلسہ ہے اور خوب چہل پہل ہے۔ خدام کام کر رہے ہیں اور دو پہاڑیوں کے درمیان ایک سڑک بنا ڈالی ہے جو خوب چمک رہی ہے۔ پہلے سب احباب اس مشرقی پہاڑی پر تھے۔ پھر سب کے سب دوڑ کر دوسری پہاڑی پر چلے اور میں اکیلا اس پہاڑی پر رہ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ یکایک میری صورت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہو گئی ہے اور خیال کرتا ہوں کہ وہی ہوں۔ اور احباب کی طرف جو سامنے کی پہاڑی پر ہیں منہ کر کے اونچی سر میں آواز سے یہ شعر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کا ہے وقفوں کے ساتھ بولتا ہوں ؎

نگاہِ رحمتِ جاناں عنایت ہا بمن کردا
وگرنہ من کسے یا بد بایں رشد و ہدایت ہا

(یعنی یہ خدا تعالیٰ کی نظر کرم نے مجھ پر عنایت فرمائی ہے ورنہ میرے جیسا انسان اس رشد و ہدایت کو از خود کہاں پا سکتا تھا (ناقل)

پہلے میں پڑھتا ہوں پھر میرے پیچھے احباب بجماعت دہراتے مگر کیا ہی خوشی اور انبساط کا سماں ہے کہ سب دوست منظم اور مہذبانہ طور پر اچھل کود میں مست ہیں۔ میں اسی حال میں تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو میرے جسم کا ہر رگ و ریشہ فرحت و مسرت میں تھا۔"

(الفضل ۹ر مارچ ۱۹۴۵ء)

یہ رؤیا کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کیونکہ اس میں نہ صرف حضرت مصلح موعود کے ہاتھوں تعمیر ہونے والے چوتھے مرکز سلسلہ کی محل وقوع کی کمال صفائی کیساتھ نشان دہی کی گئی ہے بلکہ حضرت مسیح موعود کے ایک شعر کے ذریعہ سے ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ انقلاب کے نتیجہ میں عیر از جماعت مسلمانوں کے افتراق و تشتت اور

جماعت احمدیہ کے از سرِ نو مرکزیت کی مستحکم چٹان سے وابستہ ہونے کی بے مثال خصوصیت کا بھی لطیف پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور نا ممکن ہے کہ کوئی صاحبِ نظر اس کے تصور سے لطف اندوز نہ ہو۔

لیکن یہاں رؤیا کی ان تفصیلات میں جانا مقصود نہیں۔ بلکہ آسمانی شہادت کے فقط اس پہلو کی طرف خدام الاحمدیہ کے ایثار پیشہ نوجوانوں کو منعطف کرانا مقصود ہے کہ اس رؤیا میں مرکزِ احمدیت کا نظارہ دکھاتے ہوئے خدام کی پُرجوش سرگرمیوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالےٰ اس مرکز سے وابستگی کے بعد انہیں خاص جوش اور خاص ولولہ عطا کرے گا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

۴۷ء کے ملکی انقلاب سے تحریکِ خدام الاحمدیہ کی تنظیم پارہ پارہ ہو گئی۔ وسائل منقطع ہو گئے۔ اور پوری جماعت پر ایک زلزلہ بپا ہو گیا مگر حضرت اقدس المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی بدولت جب ربوہ کا قیام عمل میں آیا تو تحریکِ خدامِ احمدیت دوبارہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونی شروع ہوئی۔ انتشار اور بے نظمی کا دور ختم ہوا اور قافلہ آگے ہی آگے بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ فروری ۵۲ء میں خدام الاحمدیہ کی مرکزی عمارت تعمیر ہوئی اور پھر اکتوبر ۵۲ء میں "خالد" کے ذریعہ سے مجلس کی آواز اکنافِ عالم تک پہنچنی شروع ہو گئی۔ اگلے سال ۵۳ء کی تحریکِ "ختمِ پاکستان" کے مقابل نوجوانوں نے اطاعت و تنظیم اور صبر و استقامت کا جو بے نظیر نمونہ دکھایا، وہ ناقابلِ فراموش ہے ۵۵ء کا سال خدام الاحمدیہ کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گا کیونکہ اس سال نونہالانِ احمدیت نے مشرقی اور مغربی پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں کے بعد وسیع پیمانے پر بے لوث خدمات سرانجام دیں جن پر عوام نے نعرہ ہائے تحسین بلند کئے۔ اربابِ اقتدار سراپا تشکر بن گئے اور ملکی پریس نے ان جاں فروشوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا ۵۶ء کے حالیہ سیلاب میں خدام پھر میدانِ عمل میں آگئے ہیں اور ان کی بے لوث خدمت کے چرچے ریڈیو اور اخبارات سے سنائی دیئے جانے لگے ہیں۔

بہرحال یہ حقیقت ہے کہ خدا کے فضل سے مرکزِ پاکستان ـــ ربوہ ـــ کے قیام کے بعد خدام الاحمدیہ کی اس منظم و جاندار روحانی اور اخلاقی تحریک نے ہر جہت سے اپنا مقام پیدا کر لیا ہے۔ اب وہ کوئی گمنام تحریک نہیں رہی بلکہ ایک عالمگیر حیثیت اختیار کر چکی ہے جس کی سینکڑوں شاخیں دنیا کے مشرق و مغرب میں قائم ہیں اور اسلام اور انسانیت کی قابلِ فخر خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ معجزانہ سلوک صاف بتا رہا ہے۔ کہ بالخصوص تحریکِ خدام الاحمدیہ کی ترقی اور عروج کو پسرِ موعود کی پیشگوئی اور پسرِ موعود کے قائم کردہ چوتھے مرکزِ احمدیت سے گہرا تعلق ہے۔ اور یہ تعلق جتنا مضبوط، پائیدار اور مستحکم ہو گا اتنا ہی خدام الاحمدیہ کے تنظیمی، اصلاحی اور روحانی مقاصد کو بروئے کار لانے کے امکانات قوی اور نمایاں ہوتے چلے جائیں گے پس تنہا یہی ایک صورت ہے جس سے ہم ترقی و رفعت کی ان سر بفلک چوٹیوں تک پہنچ سکتے ہیں جو تسخیرِ کائنات کی آخری سرحد پر واقع ہیں اور بڑی بیتابی سے محمد رسول اللہ کے شیدائیوں اور قرآن مجید کے علمبرداروں کا انتظار کر رہی ہیں۔ !!!

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

تبلیغ دین کے لئے وسیع پیمانے پر علمی ریسرچ کی ضرورت

احمدی نوجوانوں کی ایک اہم ذمہ داری

(از مکرم جناب مسعود احمد صاحب بی۔اے)

یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی بھی تبلیغی جماعت علمی ریسرچ کے میدان میں امتیاز حاصل کئے بغیر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتی۔ تبلیغ کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ کوئی جماعت جس دین کو حق سمجھتے ہوئے اس پر سختی سے قائم ہے اسے وہ دوسروں تک پہنچائے۔ اور انہیں اس میں داخل کرکے ان کے اندر بھی خدمتِ دین کی وہی تڑپ پیدا کرے کہ جس سے وہ خود سرشار ہے۔ یہ کام ایک عظیم الشان جدّ و جہد کا تقاضا کرتا ہے۔ کیونکہ دوسروں تک حق پہنچانے کے لئے یہی ضروری نہیں ہوتا کہ انسان اپنے دین سے کما حقہ' واقف ہو بلکہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں جس جس دینی مسلک کی پیروی میں ان پر بھی اسے پوری دسترس حاصل ہو۔ اور وہ خود ان کے دین میں ریسرچ کرکے اس دین کا اپنی موجودہ شکل میں غلط ہونا ثابت کرے اور خود انہی کی کتابوں سے اپنے دین کی تائید اور اس کے حق میں دلائل فراہم کرے۔ تاکہ دوسروں پر پوری طرح حجت تمام ہوسکے۔ اور ان کے لئے اسکے سوا چارہ نہ رہے کہ وہ اپنے دین کو ترک کرکے دینِ حق کو قبول کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض

ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ ایک خالص تبلیغی جماعت ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے ایک مامور کے ذریعے اسی غرض سے قائم فرمایا ہے کہ وہ دین اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو دنیا میں بسنے والی تمام اقوام تک پہنچانے کے بعد ان پر حجت تمام کرے اور اس طرح انہیں دینِ اسلام کا حلقہ بگوش بناسکے۔ یہ کام خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں سے ایک عظیم الشان جدّ و جہد کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمارے نوجوان نہ صرف یہ کہ اسلام اور احمدیت سے پوری طرح واقف ہوں بلکہ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک جتنے بھی مذاہب' مسلک اور دینی و لا دینی نظریات پائے جاتے ہیں' ان پر بھی ان کی گہری نظر ہو۔ اور اس سے بڑھ یہ کہ اس وقت مختلف مذاہب والوں کے پاس جو مقدس کتابیں ہیں وہ ان کے متعلق ریسرچ کرکے ان کے ان حصوں کو جنہیں انہوں نے چھپا رکھا ہے یا مسخ کردیا ہے پھر سے دریافت کریں اور ان میں پوشیدہ ان صداقتوں کو جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے دین کی حقانیت اور آپ کے غلام یعنی مہدی آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے انہیں وہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔

اہل کتاب کی روش

قرآن مجید نے صاف الفاظ میں اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ وہ تمام اہل مذاہب جو اہل کتاب ہیں یعنی جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیفوں کی شکل میں معین ہدایت آئی تھی انہوں نے ان صحیفوں میں تحریف کر رکھی ہے۔ ان کے ایک حصہ کو بدل دیا ہے اور ان میں جگہ جگہ حق کی بجائے باطل کو داخل کر دیا ہے یہ لوگ متعدد جگہ الفاظ کے غلط معنی کر کے اور عجیب در عجیب تاویلات سے کام لیکر حق کو چھپاتے رہے ہیں اور بعض نے تو اصل صحیفوں کے ضائع ہونے کے بعد اپنی طرف سے کتابیں گھڑ لی ہیں اور انہیں خدا کی طرف منسوب کر کے اپنی دکان چمکا رکھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

۱- يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○

(آل عمران آیت ۷۱)

یعنی اے اہل کتاب! حق و باطل کو کیوں گڈمڈ کرتے ہو اور اس طرح جان بوجھ کر کیوں حق کو چھپاتے ہو؟"

۲- يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ۔ (المائدہ آیت ۱۴)

یعنی یہ لوگ الفاظ کو اپنی جگہ سے موڑ دیتے ہیں اور جو کچھ انہیں یاد دلایا گیا تھا اس میں سے ایک حصہ انہوں نے بھلا دیا ہے۔"

۳- فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ○ (البقرہ آیت ۷۹)

یعنی افسوس ہے ان لوگوں پر جو کتاب لکھتے تو اپنے ہاتھوں سے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ اس طرح تھوڑے سے پیسے کما لیں۔ افسوس ہے ان کے ہاتھوں کی لکھائی پر اور افسوس ہے ان کی کمائی پر۔"

اہل کتاب پر اتمام حجت اور اس کا تقاضا

اب اہل کتاب پر اتمام حجت کے رنگ میں قرآن کے اس دعوے کو تاریخی حقائق اور آثار قدیمہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ ثابت کرنا مسلمانوں اور علی الخصوص جماعت احمدیہ کا کام ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنی معرکۃ الآراء تصانیف میں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اور ان کی مقدس کتب یعنی وید، تورات، انجیل اور گرنتھ وغیرہ کے متعلق قرآن کے اس دعوے کو نہایت مہتم بالشان طریق پر ثابت کر دکھایا ہے اور بہت سے دیگر مذاہب کے بارے میں حسب ضرورت کہیں تفصیل اور کہیں اختصار کے ساتھ اصولی طور پر واضح فرما دیا ہے کہ ان مذاہب کے ماننے والے جن گمراہیوں میں مبتلا ہیں ان کے اپنے نبیوں اور رشیوں نے ہرگز ان کی تعلیم نہیں دی تھی۔

اس کمیشن بہائی علمی خزانے کی موجودگی میں احمدی نوجوانوں کے لئے ان مذاہب کے بارے میں مزید ریسرچ کرنا اور بھی زیادہ آسان ہوگیا ہے۔ لیکن بہرحال یہ امر نہایت شغف اور محنت کا متقاضی ہے۔ خود تورات اور انجیل کے متعلق ایک بہت بڑا کام ابھی باقی ہے۔ اور وہ یہ کہ جن زبانوں میں ان کے قدیم ترین قلمی نسخے یورپ کی لائبریریوں میں موجود ہیں ان زبانوں پر عبور حاصل کرکے ان کا براہ راست مطالعہ کیا جائے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور خود بعض اہل مغرب کی اپنی ریسرچ کے نتیجے میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ان کے مروجہ تراجم درست نہیں ہیں۔ اور عیسائی سکالرز نے اپنے مروجہ عقائد کو درست ثابت کرنے کے لئے بعض مقامات کا سراسر غلط ترجمہ کر رکھا ہے۔ اسی طرح بحیرۂ مردار (DEAD SEA) کے کنارے بعض غاروں میں سے بہت سی پرانی دستاویزات اور قلمی نسخے برآمد ہوئے ہیں جن کے متعلق یورپی سکالرز بڑی سرگرمی سے تحقیق کر رہے ہیں اور انہوں نے حال ہی میں اپنی ابتدائی تحقیق کا کچھ حال DEAD SEA SCROLLS کے نام سے PENGUIN سلسلہ کتب کے تحت کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جب یہ تحقیق پوری طرح منظر عام پر آجائیگی تو ابتدائی عیسائیت کے متعلق مروجہ نظریات میں ایک انقلاب برپا ہو جائے گا۔

ان مسودات کے بارہ میں بھی اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ احمدی نوجوان خدمت دین کے جذبہ کے تحت آگے بڑھیں اور ان دبے ہوئے خزانوں کو باہر نکالیں اور ان میں سے جو باتیں مروجہ عیسائیت کے بطلان اور اسلام و احمدیت کی تائید و تصدیق میں ملیں انہیں دنیا کے سامنے پیش کریں۔

اسی طرح دنیا کے بے شمار مذاہب اور لادینی نظریات ہیں مثلاً بدھ مت، جین مت، زرتشت ازم، شنٹو ازم، چین کے مختلف دینی مسالک، یونان و روم کے قدیم مشرکانہ عقائد اور کمیونزم وغیرہ جن کے متعلق وسیع پیمانے پر تحقیق اور ریسرچ کی ضرورت ہے کیونکہ بغیر ان مذاہب اور نظریات کے ماننے والوں تک جن کی تعداد کروڑوں کروڑ تک پہنچی ہوئی ہے۔ ہم اسلام کا پیغام کامیابی کے ساتھ نہیں پہنچا سکتے اور انہیں اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گرویدہ نہیں بنا سکتے۔ حالانکہ یہی جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض اور یہی اس کے قیام کا مقصد ہے۔ علمی ریسرچ کا ایک وسیع میدان ہے جسے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ اصولوں کے مطابق ہم کو ابھی طے کرنا ہے۔ اور اس راہ میں پیش آنے والی تمام مشکلات پر قابو پانا ہے یہ کام ایک دو آدمیوں کے بس کا نہیں بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر احمدی نوجوان خواہ وہ کسی بھی حال میں ہو دیگر فرائض کے ساتھ ساتھ علمی ریسرچ میں لگ جائے اور اس امر کو اپنا منتہائے مقصود بنالے کہ اس نے علمی لحاظ سے ترقی کرکے اسلام اور احمدیت کی صداقت کے حق میں نئے نئے دلائل اور نئے نئے مضامین کے انبار لگا دینے ہیں تاکہ روئے زمین پر بسنے والے مختلف النوع مذاہب کے لوگ ان سے متاثر ہو کر اسلام کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے پر فخر محسوس کرنے لگیں۔

تبلیغ کی خاطر عیسائیوں کی علمی ریسرچ

چار و ناچار یہ امر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عیسائیوں

نے تبلیغ کے ساتھ ساتھ ریسرچ کے میدان میں بھی بہت کام کیا ہے انہوں نے دیگر مذاہب کے متعلق اپنے رنگ میں تحقیق کر کے ان مذاہب پر اس کثرت سے کتابیں لکھی ہیں کہ ان کو شمار کرنا کارے دارد ہے یہ سب کچھ انہوں نے اس لئے کیا کہ ان مذاہب کے علاقوں میں کام کرنے والے مشنری ان سے فائدہ اٹھا کر اپنی تبلیغ کو زیادہ موثر اور کارآمد بنا سکیں۔ انہوں نے علمی ریسرچ کے لئے جس طرح زندگیاں وقف کیں اور اس راہ میں جو جو تکالیف اٹھائیں ان کا حال پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایک باطل نظام کو پھیلانے کی خاطر انہوں نے کیسی کیسی مشقتیں جھیلیں اور پھر اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ ان کی محنت کا کوئی ثمرہ ملتا بھی ہے یا نہیں۔

عیسائی مشنوں کی تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر مشن جنہوں نے ایشیا و مشرق بعید کے علاقوں میں عیسائیت کی تبلیغ کو اپنا مطمح نظر بنایا۔ انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں معرض وجود میں آئے۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی ۱۸۰۴ء میں قائم ہوئی۔ نیویارک بائیبل سوسائٹی ۱۸۰۴ء میں۔ اور برلن پرشین بائیبل سوسائٹی ۱۸۰۵ء میں قائم کیگئی اسی طرح فلاڈلفیا بائیبل سوسائٹی نے ۱۸۰۸ء میں جنم لیا۔ اور امریکن بائیبل سوسائٹی ۱۸۱۶ء میں جا کر بنی۔ لیکن قبل اس کے کہ عیسائیت کے یہ تبلیغی ادارے معرض وجود میں آتے عیسائیوں کی طرف سے دیگر مذاہب کی تحقیق و تدقیق کا کام اس سے بھی ایک صدی پہلے شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ بدھ ازم، زرتشت ازم، کنفیوشس ازم، ہندو ازم اور شنٹو ازم وغیرہ کے متعلق بہت پہلے ہی یورپی سکالرز نے تحقیق کر کے کتابیں چھاپنی شروع کر دی تھیں۔ جن سے ان مذاہب پر حملہ کرنے میں عیسائی پادریوں نے بے حد فائدہ اٹھایا۔ ان کی یہ تحقیق درست تھی یا نہ تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ یورپ کے محققین پادریوں کو مسلح کرنے کے لئے اپنی زندگیاں اس کام میں لگا دیں اور ایسی ایسی مشقتیں جھیلیں کہ آج جن کا حال پڑھ کر دنیا ورطۂ حیرت میں پڑے بغیر نہیں رہتی۔ زرتشتی مذہب کے متعلق واقفیت حاصل کرنے اور ان کی بنیادی کتابوں کا یورپین زبانوں میں ترجمہ کرنے میں جو مشقت اٹھائی ذیل میں ہم اس کا کچھ حال بیان کرتے ہیں۔ تاکہ اندازہ ہو سکے کہ ایک تبلیغی جماعت کے واسطے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ریسرچ اور تحقیق کے میدان میں کامیابی حاصل کرنا کس قدر ضروری ہے۔

پارسی مذہب کے متعلق تحقیق

اٹھارھویں صدی کے نصف اواخر سے قبل یورپ کو پارسی مذہب کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔ اگرچہ بعض سیاحوں کے ذریعہ ہندوستان سے پارسی کتب کے بعض مسودات انگلستان پہنچ چکے تھے لیکن زبان سے واقفیت نہ ہونے کے باعث انکے مندرجات سے کوئی بھی آشنا نہ تھا اور وہ عجائبات کے طور پر عجائب گھروں کی زینت بنے ہوئے تھے سترھویں صدی عیسوی کے آخر میں ہائیڈ (HYDE) نامی ایک یورپی محقق نے پارسی مذہب کے متعلق ایک کتاب "Historia Religionis Veterum Persarum eorumque Magorum" لکھی جس کا پہلا ایڈیشن ۱۷۰۰ء عیسوی میں شائع ہوا۔ اس میں اگرچہ اس نے پارسی مذہب کے متعلق بہت کچھ معلومات بہم پہنچائیں لیکن چونکہ اس نے اصل کتابیں نہ پڑھی تھیں بلکہ عربی، فارسی، یونانی اور رومی زبانوں کی بعض کتب سے استفادہ کر کے اسے مرتب کیا تھا اسلئے

وہ پارسی مذہب کی اصل رُوح کو اخذ نہ کر سکا۔ تاہم اس کی یہ
کتاب اَور بہت سے لوگوں میں دلچسپی اُبھارنے کا موجب
بنی اور کئی دوسرے محققین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس مذہب
کے متعلق مستند معلومات حاصل کی جائیں اور ہو سکے
تو پارسیوں کی مذہبی کتب کا یورپی زبانوں میں ترجمہ کیا جائے۔
اس سلسلہ میں جو شخص سب سے پہلے میدان میں آیا وہ انکوٹل ڈیپران
(Anquetil Duperron) نامی مشہور
فرانسیسی محقق تھا۔ ایک مرتبہ اسے عجائبات کے طور پر
اَوِستا زبان کے بعض مسودات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔
انہیں دیکھ کر اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ یہ زبان
سیکھی جائے اور پارسیوں کی تمام مذہبی کتابوں کے
قلمی نسخے حاصل کر کے انہیں فرانسیسی زبان کے قالب
میں ڈھالا جائے۔ اُس نے سوچا اس طرح یورپ کو
اس مذہب سے روشناس کرانے کا سہرا اس کے سر رہیگا۔
اس خیال کا آنا تھا وہ اسی اُدھیڑبن میں لگ گیا کہ اس
مقصد میں کیونکر کامیابی حاصل کرے۔

یورپ بھر میں نہ پارسیوں کی مذہبی کتب کے
نسخے موجود تھے اور نہ کوئی اَوِستا اور پہلوی زبانوں
کا ماہر موجود تھا کہ جس سے وہ استفادہ کر سکتا۔ کافی
عرصہ کی تگ و دو اور اس میں ناکامی کے بعد وہ اس نتیجے
پر پہنچا کہ کسی نہ کسی طرح ہندوستان پہنچا جائے۔ اور
وہاں جا کر اس کام کو سرانجام دیا جائے۔ لیکن اس کے
پاس اتنا پیسہ نہ تھا کہ وہ ہندوستان کا سفر اختیار کرتا۔
بالآخر تحقیق کے شوق نے اُسے ایک ایسی راہ سجھائی کہ جس
سے اس کی یہ مشکل آسان ہو سکتی تھی۔ اس نے ملاحی کی تربیت
حاصل کرنے کے بعد ایک بحری جہاز میں ملاح کے طور پر
ملازمت اختیار کر لی اور اس وقت کا انتظار کرنے لگا کہ
جب "فرانسیسی انڈین کمپنی" کا کوئی جہاز تجارتی سامان لیکر
ہندوستان جائے اور وہ اس میں ملاح کے طور پر
کام کرتا ہوا اپنی اُمیدوں کی دُنیا میں جا پہنچے۔ بالآخر
اس کی اُمید بر آئی اور وہ کمپنی مذکور کے ایک جہاز میں
ملازم کی حیثیت سے راستے کی مشکلات پر قابو پاتا اور
سمندری طوفانوں کا مقابلہ کرتا ہوا ۱۷۵۵ء میں بمبئی کی
بندرگاہ میں جا اُترا۔ اب وہاں ٹھہر کے اس نے اَوِستا زبان
سیکھنے اور پھر پارسی کتب کے قلمی نسخے حاصل کرنے کیلئے
روپے کی ضرورت تھی اس نے مختلف ملازمتیں کر کے
کچھ روپیہ فراہم بھی کیا لیکن وہ اس کے مقصد کی تکمیل
کے لئے بالکل ناکافی تھا۔ بالآخر اس نے فرانس کے بعض
نامی محققین کی معرفت خط و کتابت کر کے حکومت فرانس
کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس اہم کام میں اس کی
امداد کرے۔ چنانچہ اس نے سات سال تک ہندوستان
میں رہ کر اَوِستا اور پہلوی زبانیں سیکھیں اور ساتھ کے
ساتھ کتابوں کے قلمی نسخے بھی حاصل کئے۔

اس کام میں اُسے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا
وہ ایک طویل داستان ہے۔ بہرحال اس نے ۱۷۵۹ء
میں جبکہ وہ اَوِستا اور پہلوی زبانوں کی کافی واقفیت
حاصل کر چکا تھا۔ پارسیوں کی مذہبی کتاب "زند اَوِستا"
کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ ابھی یہ ترجمہ
ابتدائی مراحل میں ہی تھا کہ ۱۷۶۱ء میں اس نے اپنے وطن
واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اُس وقت تک وہ ہندوستان
کے مختلف مقامات کا دورہ کرنے کے بعد پارسی کتب کے
کم و بیش ۱۸۰ قلمی نسخے حاصل کر چکا تھا۔ الغرض وہ ایک
انتہائی خطرناک سفر طے کرنے کے بعد ہندوستان سے
سیدھا انگلستان پہنچا اور وہاں کے میوزیم میں
پارسی کتب کے جو چند ایک نسخے تھے اپنے نسخوں کا ان سے
مقابلہ کر کے یہ تسلی کی کہ اس نے اپنے طور پر جو نسخے فراہم
کئے ہیں وہ جعلی نہیں اصلی ہیں۔ اس کے بعد فرانس واپس
آکر وہ دس برس تک زند اوستا کے ترجمہ میں مصروف رہا۔

اور اِس طرح ۱۷۷۱ء عیسوی میں اس نے "زرتشت کی کتاب زند اوستا" کے نام سے دو جلدوں میں پارسی مذہب پر ایک ضخیم کتاب شائع کی۔ جس میں پوری "زند اوستا" کا ترجمہ شامل تھا۔ اس کتاب کا شائع ہونا تھا کہ یورپ کے علمی حلقوں میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ علمی حلقے یوں محسوس کرنے لگے کہ وہ پردۂ راز جس نے زرتشت اور اس کی تعلیمات کو ڈھانپ رکھا تھا بیکدم اُٹھ گیا ہے اور نئے نئے افکار و نظریات کی ایک نئی دنیا ان کے سامنے آگئی ہے۔ چنانچہ یورپ بھر میں یہ کتابیں ہاتھوں ہاتھ لی گئیں اور علمی حلقوں میں بحث و تمحیص کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ڈوپیران اپنے ہمراہ جتنے بھی قلمی نسخے لایا تھا وہ سب پیرس کی نیشنل لائبریری میں رکھ دیئے گئے جو آج کے دن تک وہاں محفوظ ہیں اور محققین اُن سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اِس کے بعد فرانس جرمنی اور ڈنمارک کے دوسرے محققین یوجین برنوف (Eugene Burnouf) جسٹس اولشاسن (Justus olshausen) مارک جوزف ملر (Marc Joseph Muller) اور فریڈریک سپائیگل (Frederic Spiegel) وغیرہ نے اس کام کو آگے بڑھایا اور پارسی مذہب کے علاوہ اوستا اور پہلوی زبانوں کی گرامر اور قواعد وغیرہ کے متعلق وسیع پیمانے پر لکھ لکھ کر کتابوں کے انبار لگا دیئے۔ انہوں نے ثابت کیا کہ ڈوپیران کو زبان پر پوری طرح عبور حاصل نہ ہو سکا تھا۔ اس نے زیادہ وقت کتابیں فراہم کرنے میں صرف کیا اسلئے اس کا ترجمہ ہرگز قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ ان لوگوں نے زند اوستا کا از سرِ نو ترجمہ کیا۔ ان کے تراجم نے ڈوپیران کے ترجمہ کو اسی طرح گمنامی کے گڑھے میں اُتار دیا جس طرح خود پہلے اہلِ یورپ کے نزدیک "زند اوستا" کا کوئی وجود نہ تھا لیکن یورپ کے علمی حلقوں میں آج بھی ڈوپیران کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ پہل نہ کرتا تو بعد میں آنے والے محققین اس آسانی سے مزید تحقیق نہ کر سکتے۔ ان محققین نے تین چار صدی قبل کے مسلمان محققین مسعودی، دمشقی، شہرستانی اور ابن فضلان کی تحقیق سے بھی خوب فائدہ اٹھایا۔ کیونکہ مسلمان محققین بہت پہلے ہی پارسی مذہب کے متعلق اپنی کتابوں میں بہت کچھ مواد اکٹھا کر چکے تھے۔ چنانچہ یورپی محققین کی کتابوں میں مسلمان محققین کی ریسرچ کا بھی جابجا تذکرہ ملتا ہے۔

احمدی نوجوانوں کا فرض

یہ تو ہم نے مثال کے طور پر صرف ایک مذہب کے متعلق یورپی محققین کی ریسرچ کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ انہوں نے تو قریب قریب ہر مذہب کے متعلق تحقیق کر کے کتابوں کے انبار لگا دیئے ہیں۔ چنانچہ جب اٹھارھویں صدی عیسوی کے آغاز میں یورپی اقوام کے دنیا پر چھا جانے کے باعث عیسائی پادریوں میں تبلیغ کا ایک نیا جوش اُٹھا اور الجیریا سے لے کر فلپائن تک عیسائی مشنوں کا ایک جال پھیل گیا تو عیسائی پادریوں نے مختلف مذاہب کے متعلق مغربی محققین کی ریسرچ سے خوب فائدہ اٹھایا۔ کیونکہ ان مذاہب کے ماننے والوں کو خود انہی کی کتابوں سے قائل کرنے کے لئے ان کے پاس مصالحہ پہلے سے موجود تھا۔ آج جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی برکت سے عیسائیت ہر جگہ شکست کھانے پر مجبور ہو چکی ہے احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے ہی مقرر کردہ خطوط پر دنیا کے دوسرے مذاہب کے متعلق ریسرچ کرنے میں مصروف ہو جائیں۔ تاکہ ان مذاہب کے مالہ' و ماعلیہ سے پوری پوری واقفیت حاصل ہو جائے کہ نتیجہ میں نئے نئے دلائل اور نئی قوت سے تبلیغ کی جانے

راہ ہموار ہو سکے اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں پر خود ان کے اپنے ہی مسلّمات کی رُو سے اسلام کی صداقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو سکے۔

بدھ مت اور زرتشتی مذہب کے متعلق یورپی محققین کی ریسرچ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مذاہب کی قدیم کتب میں ایسا مواد بکثرت موجود ہے جو اِن مذاہب کے لوگوں پر اسلام اور احمدیت کی صداقت ثابت کرنے کے لیے بہت ممد ثابت ہو سکتا ہے حتیٰ کہ ان کتب میں بعض پیشگوئیاں ایسی درج ہیں جو واضح طور پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور موجودہ زمانے کے حالات پر چسپاں ہوتی ہیں اِن سب چیزوں کو نکال کر انہیں اِن مذاہب کے لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہمارا کام ہے۔ اِن حالات میں اسلام اور احمدیت کی بے مثال و لازوال تعلیم پر کامل عبور حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے دیگر ادیان کے متعلق ریسرچ نہایت ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے احمدی نوجوانوں کو علمی تحقیق کی طرف نہایت زوردار الفاظ میں بار بار توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ ہم اس مضمون کو حضور ہی کے ارشاد فرمودہ ایک خطبہ کے حسب ذیل اقتباسات پر ختم کرتے ہیں:۔

(۱) "یاد رکھو جماعت میں علوم کو جاری رکھنا اور علمی کتب کی تصنیف کا سلسلہ جاری رکھنا تمہارا فرض ہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ر جنوری ۱۹۵۶ء الفضل ۱ر فروری ۱۹۵۶ء)

(۲) "مَیں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ وہ جماعت میں اشاعتِ علوم کی رَو کو قائم رکھیں اور سوچیں کہ ہماری کمزوری کے دُور کرنے کے کیا ذرائع ہیں اور ایسی سکیمیں تیار کریں جن پر عمل پیرا ہو کر جماعت کے کاموں کو ترقی دی جا سکتی ہو۔" (ایضاً)

(۳) "تم علوم کی طرف توجہ کرو اور دُنیا کے سامنے نئی چیزیں پیش کرو اور یاد رکھو کہ زمانے کی نئی رَو اور نئی ضرورتوں کے ساتھ تعلق رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھ لو آپ نے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن آپ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جس قدر انکشافات فرمائے ہیں وہ دنیا کی نئی رَو اور ضرورت کے مطابق ہیں۔ پس تم بھی زمانے کی رَو اور ضرورت کو ملحوظ رکھو اور یورپین مصنفین کی کتب کا مطالعہ کرو۔ اور دیکھو کہ اُن کے دماغ کس طرف جا رہے ہیں۔ اگر تم نے اس طرح کام کرنا شروع کر دیا تو تم دیکھو گے کہ خدا تعالیٰ تمہارے کاموں میں کس طرح برکت ڈالتا ہے اور اسلام کا کام کس طرح چلتا ہے لیکن یاد رکھو تمہاری کتابیں حقیقی طور پر اس وقت مفید کہلائیں گی جب خود عیسائی مصنفین لکھیں کہ ہمیں اس وقت جو مشکلات پیش آرہی ہیں ان کا حل انہی کتابوں سے ملا ہے۔" (ایضاً)

(۴) "نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ آگے آئیں اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اسلام کی خدمت کریں تاکہ ان کو بھی یہ دن دیکھنا نصیب ہو کہ ان کے ذریعہ سے ملکوں کے ملک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور اسلام کا جھنڈا وہاں گاڑ دیا جائے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ر جنوری ۱۹۵۶ء الفضل ۸ر فروری ۱۹۵۶ء)

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے اِن ارشادات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے زمانے کی رَو اور اسکی ضرورت کے مطابق اشاعتِ علوم میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے تا ہماری کوششوں سے دنیا میں علمی ترقی کے سامان پیدا ہوں وہ ایک نئے عالم میں اسلام اور احمدیت کی ترقی کا باعث بنیں اور ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible]

خدامِ احمدیت

(از محترم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب ابن سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک دنیا پر مختلف دور آتے رہے ہیں۔ ابتداء طبقاتی دور سے ہوئی پھر سرمایہ داری کا ظہور ہوا۔ اور سرمایہ داری دور کے نقطہ اختتام پر کمیونزم نے جنم لیا۔ بہرحال جب بھی کسی دور میں خرابیاں اور بدعتیں رونما ہونی شروع ہوئیں خدا تعالیٰ حالات کے مطابق اپنے مامورین بھجواتا رہا اور انبیاء مبعوث ہوتے رہے تاکہ بگڑتے ہوئے حالات کی اصلاح کریں اور ضلالت کی تاریک فضاؤں میں ہدایت کی شمعیں روشن رکھیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت مذہب کی شکل "مذہبی اجارہ داروں" نے اس قدر مسخ کر دی تھی کہ دنیا کا کوئی مذہب خواہ عیسائیت ہو یا ہندومت بدھ ازم ہو یا اسلام اپنے اصلی رُوپ کی بجائے انسانوں کی من گھڑت تعلیمات اور عقائد کی روشنی میں بودی صورت میں پیش کیا جا رہا تھا۔

خلوص اور محبت کی جگہ بے ایمانی اور بددیانت ڈیرے ڈالے ہوئی تھی۔ ایک طرف مذہب کے اصلی خدوخال نظر نہیں آ رہے تھے۔ اور دوسری طرف اخلاقی پستی کا دور دورہ تھا۔ سرمایہ داری اپنے عروج پر تھی۔ اور مذہب "تالا خانوں" میں محبوس ہو کر رہ گیا تھا جس کا قدرتی نتیجہ کمیونزم کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور پھر کمیونزم نے بھی لامذہبیت کو جنم دیا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں اسلام کی برتری باقی مذاہب پر ثابت کی وہاں اسلام کو زندہ مذہب قرار دیا، دہریت کی خوفناک موجیں جو ہر قوم و ملت کو اپنی لپیٹ میں رہی تھیں۔ اپنا زور کھونے لگیں اور افق مغرب سے اٹھنے والے گھٹا ٹوپ بادل یک لخت چھٹنے شروع ہو گئے اسلام کے پجاری جری اللہ فی حُلل الانبیاءؑ کی قیادت میں نور و ہدایت کی قندیلیں لئے دنیا کے تاریک گوشوں میں پھیل گئے اور ہر جگہ روحانیت اور معرفت کی روشنی پھیلنی شروع ہو گئی۔ خدام الاحمدیت کے معنے محمدؐ رسول اللہ کے بہادر سپوت ہیں۔ جو اسی بات کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ کہ وہ قربانی اخلاص اور ایثار سے ایک بار پھر مردہ رگوں میں روحانیت کا خون جاری کریں گے اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت اور شوکت کو دوبارہ قائم کریں گے اور اپنے آقا اور محسن کے جھنڈے تلے تمام مذہب و ملت کے افراد کو لا کھڑا کریں گے اس کے لئے ضرورت ہے جدوجہد کی اور متواتر کوشش کی وسعتِ نظری کی وسعتِ علم کی جو شخص اپنے محدود دائرہ میں کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے اپنے آپ کو بادشاہ وقت تصور کر لیتا ہے اس کی ترقیات کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تکبر و نخوت جڑیں جما لیتا ہے۔ انکساری و عجز ناپید اور وہ اپنی جماعت کے لئے کوئی مفید وجود نہیں قرار دیا جا سکتا پس خدام الاحمدیت کی حیثیت سے ہم پر چند ذمہ داریاں

عائد ہوتی ہیں۔ ہم میں تکبر اور نخوت نام کو نہ ہو۔ ہم کنوئیں کے مینڈک نہ بنیں۔ دنیا بڑی وسیع ہے خیالات کے دھارے اپنا رُخ بدلتے رہتے ہیں۔ اسلام میں بے انتہا لچک اور لوچ ہے جو بھی نیا اعتراض ہو اس کا حل اسلام کی روشنی میں ڈھونڈیں۔ مادی فلسفہ کی ڈگر پر نہ چلیں اور نہ ہی کوئی ظاہر بین فلسفی ہمیں مرعوب کر سکے کیونکہ اسلام کا فلسفہ سب سے اعلیٰ و ارفع ہے انکساری و خاکساری ہماری عادت ہو کیونکہ مسیح وقت کی یہی تعلیم ہے کہ ہم اپنی سادگی اور محبت سے دنیا کو فتح کریں۔ باہمی چپقلش کو الوداع کہہ دیں کیونکہ خود برسر پیکار رہتے ہوئے کسی کامیابی کی امید کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اپنی بڑائی اسلام کے دامن سے وابستہ رہنے میں سمجھیں۔ دنیا ایک بار پھر مذہب کی طرف عود رہی ہے۔ وہ سائنس کے جس سراب کو حقیقت سمجھ کر لپکی تھی اب اس کی بجائے مایوسی جگہ لے چکی ہے حال ہی میں ڈاکٹر ٹوئن بی (Toynbee) جو "A study of History" جیسی مشہور کتاب لکھ کر عالمگیر شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی ایک تقریر The challeng of our time کے عنوان سے حال ہی میں شائع ہوئی اس میں انہوں نے کہا ہے۔ کہ دنیا سائنس میں اپنی ترقیات مضمر سمجھ کر لپکی تھی مگر اب واضح ہو گیا ہے کہ سائنس میں انسان کی فلاح و بہبودی نہیں بلکہ مذہب میں ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"وہ وقت قریب آرہا ہے۔ جب دہریت عنقا ہو جائے گی۔ اور تمام دنیا پھر مذہبی بھیس میں جلوہ گر ہو گی۔ مگر کہا نہیں جا سکتا کہ وہ کسی مذہب کو قبول کرے گی۔"

اب سنہری موقعہ ہے کہ ہم اسلامی اخلاق میں رنگین ہو کر سطح زمین پر محمد رسول اللہ کی تعلیمات کے نغمے بکھیر دیں۔ تاکہ جب دہریت کا خمار ٹوٹے اس وقت کسی اور مذہب کو قبول کرنے کی بجائے اسلام ہی دنیا کے لئے کشش کا باعث ہو اور اس کے رہنے والے اسی سے اپنی تقدیر وابستہ کر دیں۔

بہرحال ہمارا یہ کام بڑا وسیع ہے یہ کوئی معمولی کام نہیں۔ اس کے لئے اپنے حوصلے بلند کیجئے۔ آہنی عزم اور خود اعتمادی پیدا کیجئے۔ وسعت نظری وسعت علم کو جگہ دیں دلی محبت اور قلبی خلوص خود غرضی اور نفسانی خواہشات کی جگہ کارفرما ہو۔ تاکہ ہمارے قول سے زیادہ ہمارا عمل اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت اور عالمگیر رواداری کا باعث بنے۔ آمین۔ اللّٰھم آمین۔

بادلوں کا مالک

بقیہ از صفحہ ۲۳

پہنچے۔ گاڑی مسافروں سے بھری ہوئی تھی۔ اور جگہ حاصل کرنا خاصا مشکل تھا۔ تاہم گذشتہ مشکل سے گزرنے کے بعد گاڑی پر بروقت پہنچ جانا ہی ہمارے لئے غنیمت تھا۔ جوں توں کر کے جگہ بنائی۔ گاڑی روانہ ہو گئی لیکن بارش کا ایک قطرہ بھی نہ گرا میں اسوقت ۱۷ سال کا تھا۔ اور آج میری عمر ۲۸ سال سے اوپر ہو رہی ہے۔ گیارہ سال گذر چکے ہیں۔ لیکن وہ دن ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

فارغ اوقات کے مفید مشاغل

(از مکرم چوہدری محمد عبداللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈاکٹر فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے:۔ انت الشیخ المسیح الذی لا یُضاع وقتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ حضور کو ایسا بزرگ اور بابرکت وجود قرار دیتا ہے جس کا وقت ضائع ہونے سے بچایا جائے گا۔ حضور کے تتبع میں حضور کے خدام کو بھی یہی کوشش کرنی لازم ہے کہ وقت کو ضائع نہ ہونے دیں اور اس کا بہترین مصرف ہر وقت مدنظر رکھیں روزمرہ کے فرائض سے جو وقت بچ رہتا ہے اس میں انسان کو تفریح اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ صرف شدہ قوت دوبارہ حاصل کر کے پھر سے کام کی اہلیت پیدا ہو سکے۔ آرام کے لئے خدا تعالیٰ نے رات کی نیند مقرر فرمائی ہے۔ اور دن کو تفریح کے لئے انسان نے بہت سے ذرائع تجویز کر رکھے ہیں۔ بالعموم کھیل کود تفریح کا بڑا ذریعہ ہے مگر ایک ذریعہ تفریح شوقیہ مشاغل بھی ہیں۔ جن میں سے بعض بہت مفید کاموں پر مشتمل ہوتے ہیں

شوقیہ مشاغل کے عنوان سے ظاہر ہے کہ شوق کا عنصر پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ اور یہی امر کسی کام کی کامیابی کی سب سے اہم وجہ ہوتی ہے شوق کے نتیجہ میں اختیار کئے ہوئے کام بعض دفعہ بہت عظیم الشان نتائج پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ کاموں سے بعض نہایت اہم دریافتیں اور ایجادات معرض وجود میں آئی ہیں۔ دراصل انسان معاشی ضروریات کے ماتحت بعض اوقات روزمرہ کی زندگی میں اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو ضروری نہیں کہ اس کی صلاحیتوں اور استعدادوں کے لئے کوئی کام زیادہ موزونیت رکھتا ہو۔ پس اگر روزمرہ کے فرائض کے ساتھ شوقیہ طور پر بعض مفید کام فراغت کے وقت اختیار کئے جائیں تو اس سے انفرادی قابلیتوں اور جوہروں کو کھلنے کا موقع ملتا ہے۔

آج کل متمدن اقوام میں شوقیہ مشاغل کثرت سے فروغ پا رہے ہیں مغربی ممالک کے اوسط درجہ کے گھروں میں بالعموم تہ خانہ میں یا الگ تھلگ جگہ پر ورکشاپ بھی واقع ہوتی ہے۔ جہاں چھٹی کے دن گھر کے افراد اپنی طبع آزمائی کرتے ہیں علوم و فنون کی ترقی اور ذرائع تعلیم عام ہونے کی وجہ سے شوقیہ مشاغل کے فوائد میں بھی وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ تربیتی اور تفریحی پہلو کے علاوہ ان کے معاشی اثرات بھی کچھ کم نہیں۔ شوقیہ مشاغل کے طفیل بچوں کے مستقبل کے متعلق ان کے والدین کے تفکرات میں نمایاں کمی آنے لگی ہے اس کا لازمی نتیجہ صحت مندانہ گھریلو زندگی اور قومی خوشحالی ہے جہاں تک بچوں کی نفسیات کا تعلق ہے وہ اپنا راستہ خود بنانے کے نتیجہ میں خود اعتمادی حاصل کرتے ہیں اور لیڈرشپ کے خواص پیدا کرتے ہیں۔ شوقیہ مشاغل کا ایک بڑا فائدہ بیکاری اور آوارگی کا قلع قمع ہو جانا۔ اور مفید مقاصد سے وابستگی ہے ان مشاغل میں کئی مسابقت کی روح پیدا کی جا سکتی ہے۔ اور قومی طور پر ان کی سرپرستی کرنے سے قدردانی کی امید زیادہ بہتر نتائج پیدا کرنے کا موجب ہو سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں اجتماعی رنگ میں ایسے مشاغل کو فروغ دینے کا انتظام کا اہتمام ہے اس میدان میں

خدام الاحمدیہ کے لئے کامیابی حاصل کرنے کے سب سے زیادہ مواقع ہیں۔ خدام الاحمدیہ کے لئے ایک روحانی نصب العین یعنی تبلیغ و اشاعت اسلام پہلے سے موجود ہے اس اعلیٰ نصب العین کی موجودگی میں قومی اور ملکی ترقی کے ذریعہ کو بہترین رنگ میں استعمال کرنے کا زبردست محرک موجود ہے۔

شوقیہ مشاغل اختیار کرنے کی ترغیب دینے کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ مغرب کی اندھا دھند تقلید کی جائے اسلامی معاشرہ کے تقاضوں کے منافی کسی فعل کے اختیار کرنے کی گنجائش مسلمان کے لئے ممکن نہیں البتہ تمام صحت مندانہ اور مفید افعال جو اسلامی شریعت کی ضد نہ ہوں اختیار کئے جا سکتے ہیں۔

مغربی ممالک میں اور ان کے دیکھا دیکھی ہمارے ملک میں بھی بہت سے ناپسندیدہ کام معاشرہ کے جزو ہو گئے ہیں ان اجزاء سے معاشرہ کو پاک کرنا ہمارا فرض ہے بس آرٹ کے مضرت رساں پہلوؤں سے بچنا ضروری ہے۔ اور صرف مفید پہلو اختیار کرنے چاہئیں جن کی کمی نہیں۔

اس جگہ شوقیہ مشاغل کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کرنا ضروری ہے ان میں اکثر علمی اور فنی مشاغل شامل ہیں۔ ہمارے ملک کے زرعی اقتصاد کی رعایت سے یہاں کھیتی باڑی اور باغبانی وغیرہ کو ان مشاغل میں اولیت حاصل ہونی چاہیئے۔ دیہاتی زندگی میں تو یہ کام کسب معاش کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ شوقیہ طور پر اختیار کرنے کے لئے شہری آبادی کو اس طرف توجہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس سے ایک تو گھروں اور محلوں اور شہروں کی زینت میں اضافہ ہوگا۔ دوسرے ایک کاشتکار کی ضروریات حال کو بہتر بنانے کے لئے مناسب ماحول بھی پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ ملک کی اکثریت یعنی زراعت پیشہ ہم وطنوں کی مشکلات سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوگی جس سے ملک میں وحدت فکر کو تقویت حاصل ہوگی گھر کے صحن میں چند مربع فٹ جگہ میں بھی اس شوق کو کسی حد تک پورا کیا جا سکتا ہے۔ سبزیوں، پھولوں اور پھلدار درختوں کی کاشت نہایت مفید اور صحت مندانہ شغل ہے۔

دستکاری کے بے شمار کام حسب توفیق اور حسب حال اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ ہاتھ یا اوزاروں کے استعمال میں مہارت پیدا کرنا بے شک محنت طلب ہے مگر ایسے کاموں کو تکلف سے اختیار کرنا تو کچھ ضروری نہیں میلان طبع اگر موجود ہو تو انسان محنت اور مشقت محسوس نہیں کرتا۔ ابتداء میں کسی ماہر کاریگر کی ہدایت اور رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ گھریلو ضروریات کی چیزیں مرمت کر لینا یا خود ہی تیار کر لینا مثلاً فرنیچر کی مرمت ہے اگر انسان تھوڑا بہت اوزاروں کا استعمال شوقیہ طور پر سیکھ لے۔ تو چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے دوسروں کی محتاجی نہیں رہتی اگر کچھ مہارت پیدا ہو جائے تو خود فرنیچر بنانے میں بھی مضائقہ نہیں۔ کھیل کا کھیل اور کام کا کام۔ ایسے مشاغل اختیار کرنے سے اہل حرفہ کی بے روزگاری کے امکانات کچھ زیادہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے لیبر کی قدر بڑھ جائیگی کیونکہ کام کر سکنے والوں کی زیادتی ہوگی۔ اور کام کرنے والا ہی فی الحقیقت دوسرے کام کرنے والے کی قدر و منزلت پہچان سکتا ہے شوقیہ کام کرنے والے جب تک متعلقہ پیشہ اختیار نہیں کرتے وہ معاشی اعتبار سے مقابلہ میں نہیں آ سکتے پس زیادہ امکان یہ ہے کہ اس ذریعہ سے لیبر کا معیار زندگی بلند ہونے لگے گا۔

اس پہ [illegible] یہ ہے کہ متمدن ممالک میں جہاں شوقیہ مشاغل کا بہت رواج ہو رہا ہے۔ لیبر کی قدر بھی انتہا زیادہ

ہے۔ اور کام کی اجرت کم نہیں اس لئے لیبر کا معیار زندگی بلند ہے۔

تعلیم یافتہ اشخاص کے لئے شوقیہ مشاغل اختیار کرنے کے لئے لٹریچر اور جرائد میں بہت کچھ رہنمائی مل سکتی ہے۔ ایسا لٹریچر متواتر شائع ہوتا رہتا ہے اور اب ہمارے ملک میں بھی دستیاب ہو سکتا ہے بلکہ بعض رسائل مخصوص مشاغل مثلاً ماڈل تیار کرنے سے بھی تعلق رکھتے ہیں بعض بڑے بڑے تجارتی ادارے محض شوقیہ کام کرنے والوں اور مبتدیوں کی رہنمائی کے لئے ابتدائی وسائل مہیا کرنے کے نام سے بیشمار دولت کما رہے ہیں مثال کے طور پر ہوائی جہاز کے ماڈل تیار کرنے کے لئے مکمل ساز و سامان اور ہدایات کے مجموعے (KITS) بازار سے مل سکتے ہیں۔ ہوائی جہاز کے ماڈلوں کی ترقی یافتہ صورت میں انجن کا استعمال بھی کیا جاتا ہے بلکہ ریڈیو کے ذریعہ نقل و حرکت بھی کنٹرول کی جاتی ہے۔

ریڈیو کے کام میں بھی ایک وسیع میدان موجود ہے۔ ریڈیو سے ملتے جلتے الیکٹرانکس کی دیگر ایجادات میں بھی شغف پیدا کیا جا سکتا ہے مثلاً بعض فرمیں ریاضی کے سوالات حل کرنے والی مشینوں (Computers) کی سستی KITS بھی مہیا کرتی ہیں۔ الیکٹرانکس کے میدان میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے ترقی کی بہت گنجائش ہے۔ فوٹوگرافی بھی ایک عمدہ اور مفید شغل ہے شخصی اور گھریلو یادگاروں کے علاوہ قومی تاریخ کو بھی اس ذریعہ سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے صحافت سے فوٹوگرافی کو بہت لگاؤ ہے، اہم دستاویزات کی فوٹو کاپی کرنے کا عام رواج ہو رہا ہے فوٹوگرافی سے ملتا جلتا کام شوقیہ طور پر دوربینیں تیار کرنے کا کام ہے اس کے اجزاء بھی متعدد فرموں سے مل جاتے ہیں

اس شغل کے اختیار کرنے والوں کے مدنظر بالعموم فلکیات کے مشاہدات کرنا ہوتا ہے سر ولیم ہرشل جنہیں جدید فلکیات کا آدم قرار دیا جاتا ہے شوقیہ رنگ میں فلکیات میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔

ایک دلچسپ اور مفید شغل پلاسٹکس سے اشیاء تیار کرنا ہے پکچر فریم، ٹیبل لیمپ، اشیاء زیب و زینت، کھلونے، بوتلوں کے ڈھکنے۔ الماریوں وغیرہ کے ہینڈل، سٹیشنری کے اجزاء، گھریلو استعمال کی اشیاء وغیرہ بیسیوں چیزیں تیار کی جا سکتی ہیں۔ اور اچھی خاصی زائد آمد پیدا کی جا سکتی ہے۔

علمی مشاغل میں جڑی بوٹیوں کے نمونے اکٹھا کرنا جنگلی یا خودرو پھولوں کے نمونے جمع کرنا، معدنی ذخیروں کی تلاش کرنا، حشرات الارض کے نمونے اکٹھا کرنا اور ان کا علمی مطالعہ کرنا اور انہیں محفوظ کرنے کا انتظام کرنا، جانوروں کی کھال میں پیکنگ کے بعد انہیں اصل شکل کے مطابق تیار کرنا (TAXIDERMY) قیمتی پتھروں کے نمونے جمع کرنا اور انہیں تراشنا تاکہ ان کی جگمگاہٹ میں اضافہ ہو سکے، تاریخی نوادر اکٹھے کرنا جن میں دستاویزات، سکے، ظروف، فرنیچر، کتبے وغیرہ مختلف قسم کی اشیاء شامل ہیں نادر علمی کتب اکٹھا کرنا، آرٹ کے شاہکار فراہم کرنا شامل ہیں۔ آج کل ڈاک کے ٹکٹ اکٹھا کرنے کا بھی رواج ہے، ان سے اکناف عالم میں مختلف ممالک سے روشناس ہونے اور پھر ان کے بارہ میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کا موقعہ میسر آتا ہے۔ علمی مشاغل میں مطالعہ کتب کو بہت اہمیت حاصل ہے بعض کتب میں مختلف علوم پر مطالعہ کرنے کی رہنمائی بھی کی جاتی ہے۔ پھر انسائیکلوپیڈیا کی طرز پر بہت سی کتب میسر ہو سکتی ہیں جنہیں جامع العلوم کہنا مناسب ہوگا۔ علوم جدیدہ کی مبادیات اور ...

اور دریا فتوں کے متعلق عمومی رنگ میں علم آج بھی تعلیمیافتہ ہونے کی نشانی قرار دیا جاتا ہے۔ ایسی معلومات حاصل کرنے کے لئے بالخصوص انگریزی زبان میں لٹریچر کی کمی نہیں۔

مذکورہ بالا اشغال میں سے بعض کافی اخراجات کے محتاج ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ کم خرچ سے ایسے مشاغل اختیار نہیں ہوسکتے جنہیں انسان اپنی تفریح یا زائد آمد کا ذریعہ بنا سکے۔ ویسے تو شوق رکھنے والوں پر "جوئندہ یابندہ" کی مثال صادق آتی ہی تاہم غور کیا جائے تو شوقیہ شغل کے طور پر ٹوکری بننے کا کام بھی دلچسپی کا سامان پیدا کرسکتا ہے اسی طرح چاقو سے لکڑی کی کھودائی کا کام ہے لکڑی یا دھات کی پچی کاری کا کام اس سے زیادہ صبر آزما ہے لکڑی پر آری مشین کے ذریعہ ڈیزائن بنانا بھی اسی نوعیت کا کام ہے یہی تمام کام پلاسٹک شیٹ پر بھی ہوسکتے ہیں مصوری کا میدان ہے۔ ظروف پر بیل بوٹے بنانا ہے پھر کمرشل آرٹ ایک نفع مند کام ہے۔ اسی کے ماتحت اخباری کارٹون آسکتے ہیں جو سیاسی دنیا میں کافی اہمیت کے اثرات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اناٹومی کے ماڈل تیار کرنا۔ اسی طرح رہائشی مکانات اور دوسری عمارتوں کے ماڈل بھی تیار کئے جاتے ہیں ان میں سے بعض کاموں کی ابتداء کم خرچ سے بھی ہوسکتی ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو تقریباً ہر علم، پیشہ، فن اور حرفہ کے مبادیات شوقیہ مشاغل کے رنگ میں اختیار کئے جاسکتے ہیں پھر خواہ انہیں تفریحی حدود کے اندر رہنے دیا جائے اور خواہ ان کاموں میں اچھی خاصی مہارت اختیار کرکے انہیں ذریعہ معاش کے طور پر اختیار کرلیا جائے دونوں صورتوں میں یہ مشاغل فائدہ سے خالی نہیں بچوں کا ان کے ذریعہ مستقبل متعین ہوسکتا ہے ذمہ دار کاموں پر لگے ہوئے افراد ان مشاغل کے تفریحی اور ثقافتی اثرات سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ اور ریٹائرڈ اور عمر رسیدہ افراد ان کاموں کے ذریعہ اپنی عمر میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ عمر میں اضافہ کا ذکر محض زیب داستان کے طور پر نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد جو افراد بیکاری میں عمر صرف کرنا چاہیں۔ وہ بالعموم تھوڑی عمر پاتے اس لئے ریٹائر ہونے کے بعد شوقیہ مشاغل کی اہمیت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

حرفِ آخر کے طور پر یہ کہنا مناسب ہوگا۔ کہ فراغت کے وقت شوقیہ طور پر اشغال اختیار کرنا بچوں، نوجوانوں اور بزرگوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہے۔ اور اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ یہ اشغال قومی تعمیر کا اہم حصہ ہیں۔ احمدی نوجوانوں کو فرداً فرداً اور مجموعی رنگ میں بھی اس طرف جلد توجہ کرنی چاہیئے کیونکہ خدام الاحمدیہ کے اہم مقاصد کے لئے یہ اشغال بہت حد تک ممد اور معاون ہوں گے جن میں سے ایک بڑا مقصد بے کاری، بے روزگاری اور آوارگی کا قلع قمع کرنا ہے۔

خالد
کو بہتر اور مفید بنایا جاسکتا ہے
بشرطیکہ
آپ پوری توجہ دیں
(ادارہ)

بادلوں کا مالک

(مکرم حفیظ الرحمان صاحب واحد واقفِ زندگی)

دسمبر کا مہینہ کتنا سرد ہوتا ہے! صبح سویرے قصبوں اور شہروں کی گلیاں بالکل سنسان دکھائی دیتی ہیں درخت اور پودے ٹھٹھرے ہوئے گم سم کھڑے رہتے ہیں. گویا جم گئے ہیں کبھی کبھار کوئی آسودہ حال، اوور کوٹ پہنے، ہاتھوں پر دستانے چڑھائے ایک ہاتھ میں بید کی چھڑی پکڑے کسی باغ کی روش پر ہوا خوری کرتا نظر آجاتا ہے. یا گلی میں کوئی متوسط الحال حاجتمند جسم پر چھوٹا کوٹ چمٹائے، ہاتھ چھوٹی چھوٹی جیبوں میں ٹھنسائے. ٹھٹھرے ہوئے یخ بستہ کان کندھوں میں گھسیڑنے کی کوشش کرتا ہوا، اکڑوں کی سمت لمبے لمبے تیز ڈگ بھرتا چلا جاتا ہے. ایسے میں اگر چند چھینٹے پڑ جائیں تو اور بھی غضب ہو جاتا ہے.

کچھ ایسا ہی موسم تھا. دسمبر ۱۹۴۷ء کی ۲۴ تاریخ تھی اور شام کا وقت. پچیس ۲۵ کی صبح کو ہم نے روانہ ہونا تھا. چھبیس ۲۶ تاریخ کو قادیان میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ تھا. جو لوگ اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ جلسہ میں شامل ہونے کی خواہش کس قدر جذباتی حد تک شدید ہوتی ہے.

پاکستان ابھی معرضِ وجود میں نہیں آیا تھا. ان دنوں سرگودھا سے قادیان کوئی پونے دو سو میل دور تھا ——— اب تو بہت دور ہے.

ریڈ کلف کی قلم نے اسے بہت دور کر دیا ہے!

لوگ کہتے ہیں کہ جب تقسیم کی بنیاد آبادی کی اکثریت پر قائم تھی. تو پھر ضلع گورداسپور مسلم اکثریت ہوتے ہوئے کس طرح بھارت کے ہاتھوں میں چلا گیا!!

لیکن کیا انہیں علم نہیں کہ ریڈ کلف ایسا ہی چاہتا تھا!!!

اسے ہندوستان کو کشمیر تک جانے کے لئے دروازہ مہیا کرنا تھا!!!!

اگر وہ ایسا نہ کرتا تو بھارت کو یہ دروازہ کیسے مہیا کر سکتا.!!!

ننانوے فیصد مظلوم کشمیری مسلمانوں کی قسمت بھارت کے ہاتھوں کیسے دے سکتا!!!

انگلستان کے ریڈ کلف کو پاکستان کبھی نہیں بھول سکتا!!!!

ریڈ کلف ——— لارڈ کلائیو کے بعد انگلستان کے ماتھے پر کلنک کا دوسرا ٹیکہ.

اوہو! میں کس رو میں بہہ گیا جملہ معترضہ کیا ہوا "مضمون معترضہ" ہو گیا.

کتنا جذباتی ہو گیا ہوں!

ہاں تو! پچیس کی صبح کو ہمیں روانہ ہونا تھا. شوق اتنا غالب تھا. کہ شہر کی ریلوے بکنگ ایجنسی سے رات کو ہی ٹکٹ بنوا لایا. جب واپس ہوا. تو آسمان ابر آلود تھا. "سرد خشک" موسم جغرافیائی اصطلاح میں "سرد تر" ہونے کی تیاری میں تھا. کچھ شوقِ سفر اور کچھ بارش کا خطرہ رات بھر نیند نہ آئی. گاڑی صبح سحری کے وقت روانہ ہوتی تھی. لیکن ہم وقت سے بہت پہلے تیار ہو گئے. ایک وجہ

اس کی یہ تھی۔ کہ ریلوے سٹیشن گھر سے کوئی ایک میل دور تھا۔ اور ایسے وقت میں چونکہ تانگہ وغیرہ ملنا محال تھا۔ اور ہمیں بہرحال قدموں پر ہی جانا تھا۔ اس لئے احتیاطاً وقت سے کافی پہلے روانہ ہونے میں ہی دانشمندی تھی۔

مکان کے تمام کمروں کو مقفل کرنے کے بعد باہر کے دروازے پر موٹا سا تالا ڈال دیا گیا۔ قبل اس کے کہ ہم روانہ ہوں۔ والد صاحب نے موٹے سے تالے کو ایک بار اور کھینچ کر دیکھا۔ اور یہ اطمینان ہونے کے بعد کہ واقعی تالا صحیح طور پر بند ہے۔ ہم روانہ ہوئے۔

موسم بالکل خاموش تھا۔ انسان سو رہے تھے درخت سو رہے تھے، زمین سو رہی تھی۔ ہمارے گھر سے باہر اگا ہوا املی کا درخت خاموش کھڑا تھا۔ تمام آسمان بادل کی ایک گہری تہ میں تھا۔ اور یہ تہ اتنی خاموش تھی جیسے رات کے وقت صحرا کی ریت۔

ہم کوئی فرلانگ بھر گئے ہوں گے کہ بادل اپنا بوجھ برداشت نہ کر سکے۔ اور آسمان کی بلندیوں سے موٹے موٹے قطرے اس طرح گرنے لگے جس طرح کسی سوگوار اور غم زدہ نوجوان آنکھ سے ہلاک کر دینے والی طویل خاموشی کے دوران میں موتی جیسے موٹے موٹے آنسو ٹپک پڑیں۔

بارش کے قطرے اتنے موٹے تھے کہ ان کے زمین پر گرنے کی آواز صاف علیحدہ علیحدہ سنائی دیتی تھی دم بھر میں موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ قریب ہی دفتر نہر کی عمارت تھی، ہم نے اس کے خوبصورت برآمدے میں پناہ لی۔ گاڑی کا وقت قریب آ رہا تھا۔ ہمیں آج ہی منزل مقصود پر پہنچنا تھا۔ پریشانی کے عالم میں ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ہم بالکل بے بس تھے۔ بارش کو روکنے کی ہم میں طاقت نہ تھی۔ یکایک بجلی کی سی تیزی سے میرے دل میں ایک خیال آیا۔

"آؤ ہم بادلوں کے مالک سے اجتماعی درخواست کریں۔"

اس خیال کے ساتھ ہی وقتی طور پر ایک عجیب کیفیت مجھ پر طاری ہوئی۔ اور میرا دل یقین کے نور سے بھر گیا۔ مجھے بارش کے رکنے کا اتنا ہی یقین تھا جتنا آنکھوں کے سامنے اس وقت برستی ہوئی موسلا دھار بارش کا۔

اگلے ہی لمحہ میں نے والد صاحب کی خدمت میں اس بات کا گویا انکشاف کیا۔ میں اتنا جذباتی ہو رہا تھا کہ اس وقت میرے سامنے زندگی کا سب سے بڑا مقصد گاڑی کو بروقت پکڑنا تھا۔ والد صاحب کے متفق ہونے کے بعد میں اپنے بہن بھائیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور انہیں کہا کہ ان میں سے ہر ایک دعا میں اپنی ایک ایک بُری عادت ترک کرنے کا وعدہ کرے۔ میری چھوٹی بہن نے کہا کہ وہ آئندہ جھوٹ نہیں بولے گی۔ اسی طرح ہر ایک نے اپنے اپنے دل میں کوئی خیال رکھ لیا۔

والد۔ والدہ، بہن بھائی ــ ہم تعداد میں کل دس تھے۔ والد صاحب کے ساتھ ہی ہم نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے کم سن اور معصوم بہن بھائیوں کے اٹھے ہوئے ننھے ہاتھوں کو دیکھ کر عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔

بمشکل ہم نے دعا ختم کی تھی کہ اچانک بارش اس طرح رک گئی جس طرح کبھی برسی ہی نہ تھی۔ موسم اگرچہ ابر آلود تھا لیکن بہت خوشگوار ہو گیا تھا۔ ہم جلدی سٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔ بارش پڑنے سے زمین جم گئی تھی۔ اور اس میں سے سوندھی سوندھی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ سڑک کے دو رویہ ہری ہری بوٹیوں کے باغوں سے چنبیلی کی لطیف خوشبو باہر نکل کر ہلکی ہلکی گیلی ہوا کے ہمراہ خرام کر رہی تھی۔ جب ہم سٹیشن پر پہنچے تو گاڑی آ چکی تھی۔ ٹکٹ پہلے ہی سے موجود تھے۔ اس لئے جلد جلد پلیٹ فارم

ہمارا عہد

(از مکرم جناب شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی، قومی اور ملی مفاد کی خاطر میں اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔ اسی طرح خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گا اور خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ کریں گے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا۔

خدام الاحمدیہ کا عہد اپنی عظمت و اہمیت کے اعتبار سے اسی امر کا مقتضی ہے کہ ہم اپنی ہر حرکت و سکون میں اسے پیش نظر رکھیں۔ اور جائزہ لیتے رہیں کہ ہمارے افکار و کردار کا کوئی گوشہ ایسا تو نہیں جس میں اس عہد کے منافی روح نشوونما پا رہی ہو۔

عہد کی اہمیت

دنیا کے عام معیار اخلاق کی رو سے بھی ایفائے عہد بہت ضروری ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تو خاص طور پر تاکید فرمائی ہے کہ اوفوا بالعهد یعنی اپنے وعدوں کو پورا کیا کرو لیکن جس عہد کا تعلق روحانی زندگی کے ساتھ ہو جس میں خدا اور اس کے مقدس بندوں کا نام لے کر دہرایا جاتا ہے اس کی اہمیت تو بہرحال بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور اسی نسبت سے اس کی خلاف ورزی کے نتائج بھی بڑے دوررس اور خطرناک ہوتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے خدام الاحمدیہ کا عہد خدام کے ہر اجلاس میں دہرانے کی ہدایت فرما رکھی ہے ظاہر ہے اس ہدایت کا مقصد یہی ہے کہ ہم اس کی اہمیت کو محسوس کریں اور ہر وقت اسے ملحوظ رکھیں — لیکن انسانی طبائع مختلف ہوتی ہیں بعض کمزور طبائع کے لئے ایک چیز کا بار بار سامنے آنا بھی اس کی اہمیت کو کم کر دینے کا موجب بن سکتا ہے اس لئے اسے محض بار بار دہرانا ہی کافی نہیں اس کی اہمیت اور اس کے تقاضوں کو بھی بار بار مختلف رنگوں میں واضح کرتے رہنا ضروری ہے۔

عظیم الشان ذمہ داریاں

خدام کے عہد کے الفاظ بڑے جامع ہیں۔ اس کے تقاضے بڑے وسیع نازک اور عظیم ذمہ داریوں کے حامل ہیں دنیا میں جان مال عزت اور وقت ہی انسان کی عزیز ترین متاع ہیں۔ اور اس عہد میں ان چاروں چیزوں کو دینی قومی اور ملی مفاد کی خاطر قربان کرنے کا وعدہ طلب کیا گیا ہے قومی اور ملی مفاد کے الفاظ بتاتے ہیں کہ ایک خادم کا

صرف یہی فرض نہیں کہ وہ دینی اور مذہبی مفاد کو ملحوظ رکھے اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم کے مفاد کی خاطر بھی ہر قربانی کے لئے آمادہ رہے اور "ہر دم تیار رہونگا" کے الفاظ کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی زندگی کا کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہ گذاریں جبکہ ہم اس عہد کی پابندیوں سے اپنے تئیں بالا تصور کریں۔

بعض اہم پہلو

خدام کے اس عہد کی کھلی کھلی خلاف ورزی کی نوبت تو بہت ہی شاذ آتی ہے کیونکہ بفضلہ تعالیٰ ہماری اکثریت ایمان و یقین اور اخلاص و ایثار کی نعمت سے سرفراز اور اسلام اور بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت کے جذبہ سے سرشار رہے لیکن اسکے بعض پہلو ایسے بھی ہیں جو دانستہ یا نادانستہ بعض اوقات نظر سے اوجھل ہو سکتے ہیں۔ اور یہ غفلت بعض اوقات ایسے خدام سے بھی سرزد ہو سکتی ہے جو بالعموم اپنی مجلس کے کاموں میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں بطور مثال بعض امور عرض کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آپ اپنا ایک نہایت ضروری کام کر رہے تھے کہ زعیم یا قائد یا اس کے مقرر کردہ کسی عہدیدار کی طرف سے آپ کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ آپ اسوقت فلاں جگہ کسی مصیبت زدہ کی مدد کے لئے پہنچ جائیں اگر آپ کا نفس اس کلمہ کی تعمیل میں کچھ انقباض محسوس کرتا ہے۔ اور وہ مختلف بہانوں سے اسے ٹالنا چاہتا ہے۔ اور اپنے کام کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے عہد کی رُو سے اسکی خلاف ورزی کر رہے ہیں کیونکہ آپ قومی اور ملی مفاد کی خاطر اپنا وقت قربان کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔

۲۔ خدام الاحمدیہ کے ایک سرگرم رکن کے خلاف [illegible]

وہ اس کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کرتا ہے اس وقت اگر وہ خادم اس کارروائی کو بخندہ پیشانی قبول نہیں کرتا تو یقیناً وہ اپنے عہد کو فراموش کرتا ہے کیونکہ عہد میں اس نے عزت کی قربانی کا بھی وعدہ کر رکھا ہے اور عزت کی قربانی کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اس تادیبی کارروائی کو غلط سمجھتے ہوئے بھی بشرح صدر قبول کرے ہاں اسے قبول کرنے کے بعد اس کا حق ہے کہ وہ اپنی پوزیشن صاف کرے اور اس غلط فہمی کو رفع کرنے کی کوشش کرے۔

۳۔ اگر آپ ذاتی رنجش کی بناء پر کسی کارکن کے ساتھ تعاون کرنے سے گریز کرتے ہیں یا اس رنجش کی وجہ سے اب آپ پہلے سے جوش کے ساتھ مجلس کے کاموں میں حصہ نہیں لیتے تو یقیناً آپ دینی اور قومی مفاد پر اپنی جان اور اپنی عزت کو مقدم رکھ کے عہد کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

یہ امور تو بطور مثال عرض کئے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو بہت سے مواقع ایسے آسکتے ہیں جبکہ آپ ایک معمولی سی لغزش کی وجہ سے اس عہد کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص ناراضگی، رنجش، غصہ اور ذاتی ہتک محسوس کرتے وقت اپنے نفس کا محاسبہ بہت ضروری ہوتا ہے کیونکہ غلط اور بے موقع جوش اور غصہ کی حالت میں بہت ممکن ہو کہ آپ نادانستہ طور پر اپنے اس عہد کو فراموش کر بیٹھیں۔

گذشتہ سال خدام الاحمدیہ کے عہد میں خلافت کے متعلق بھی اہم فقروں کا اضافہ کیا گیا ہے اور بعد کے حالات نے بتا دیا ہے کہ یہ فقرے کتنے ضروری ہیں دراصل موجودہ زمانہ میں ہمارے مخالفین بھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ [illegible]

خلافت سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سارا زور خلافت احمدیہ کو کمزور کرنے پر صرف ہو رہا ہے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ خلافت کی اہمیت کو نوجوانانِ احمدیت میں راسخ کر دیا جائے۔ اسی لئے ان کے عہد میں یہ فقرے بڑھائے گئے۔ ان فقروں کا صرف یہی مطلب نہیں کہ ہم خلیفۂ وقت کے ہر حکم کی اطاعت کریں بلکہ ان کا یہ بھی تقاضا ہے کہ خلیفۂ وقت کے مقرر کردہ اور اس کے منظور فرمودہ جملہ عہدیداروں کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی ہم اپنا فرض سمجھیں۔ اور جونہی ہم کوئی ایسی بات دیکھیں یا سنیں جو خلافت احمدیہ کو کمزور کرنے کا موجب ہو سکتی ہے تو ہم چین نہ لیں جب تک مناسب ذرائع سے اس کا تدارک نہ کر لیں۔

ایفائے عہد کی درخشندہ مثال

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی زندگی ایفائے عہد کی ایک درخشاں مثال ہے۔ آج سے بیالیس برس قبل انیس سال کی عمر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر حضور علیہ السلام کے جسدِ اطہر کے پاس کھڑے ہو کر آپ نے یہ عہد کیا تھا کہ:۔

"اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا"

حضور ایدہ اللہ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ اس کا ایک ایک ورق شاہد ہے کہ حضور نے اپنے اس عہد کو کس شان سے پورا کیا۔ شدید مخالفت اور دشمنوں کے مسلسل ہجوم کے باوجود حضور نے لمحہ بھر کے لئے بھی اپنے اس عہد کو فراموش نہ کیا۔

ایفائے عہد کی یہ عظیم الشان مثال ہر خادم کیلئے مشعلِ راہ ہونی چاہیئے۔ اور اسے پورے انشراح سے بہ صمیم قلب یہ عزم کر لینا چاہیئے کہ:۔

"خواہ سارے لوگ اس عہد کو چھوڑ دیں اور میں اکیلا رہ جاؤں۔ تو میں اکیلا ہی اس عہد پر قائم رہوں گا۔ اور کسی مخالفت اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کرونگا"

تبصرہ

قرآن مجید مترجم بطرز جدید

مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر (مولوی فاضل) نے قرآن مجید کے ترجمہ کو نئے انداز میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ فی الحال پہلے پارے کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اس میں آیت کے ہر لفظ، ہر ضمیر اور ہر بامعنی حرف کو الگ الگ لکھ کر اس کے تحت لغوی ترجمہ لکھا گیا ہے۔ پھر اسی آیت کو مربوط صورت میں لکھ کر نیچے بامحاورہ ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ سلسلہ خصوصاً مبتدی حضرات اور بچوں کے لئے بہت مفید ہے۔

کتابت عمدہ ہے طباعت رنگین اور دو رنگی ہونے کی وجہ سے دیدہ زیب اور خوشنما ہے۔

"مستقل خریدار سے پہلے پانچ پاروں کی جلد کے لئے" دس روپے ہدیہ مقرر کیا گیا ہے۔ ہدیہ فی پارہ درج نہیں۔ پہلے پارے کی ضخامت ۔ صفحات اور تقطیع ۲۰×۳۰/۸ ہے۔

ملنے کا پتہ

مینیجر دفتر ترجمۃ القرآن بطرز جدید
شیخ مینشن ملحقہ شاہ عالم گیٹ لاہور

خدام الاحمدیہ کے بیس سال

۱۹۳۸ء تا ۱۹۵۷ء

از مکرم سید عبدالباسط صاحب نائب معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

مکرم ایڈیٹر صاحب رسالہ خالد نے خواہش ظاہر فرمائی کہ خدام الاحمدیہ کے گذشتہ بیس سال کے بارہ میں موٹے موٹے واقعات ذہن میں مستحضر کرنے کے لئے ایک نوٹ کی صورت میں تیار کروں۔ ان کی اس خواہش کا احترام ضروری تھا لیکن اس زمانہ میں کچھ ایسی غیر معمولی مصروفیات میں گھرا ہوا تھا کہ مضمون اپنے عنوان کے لحاظ سے جس محنت اور وقت کو چاہتا ہے وہ نہ ہو سکا۔ ان مصروفیات میں سے ایک تو سالانہ اجتماع کی تیاری کا کام ہے۔ جس کی طرف پوری توجہ دینی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی محترم مکرم حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہان پوری کی لمبی علالت کے دوران میں ان کی تیمارداری کے فرائض کی ادائیگی ہے جس کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اس کے علاوہ دفتر کے عام کام کو بھی پیچھے ڈالنا مشکل تھا۔ ان وجوہات کی بناء پر مضمون کی تیاری کے لئے بالکل وقت نہیں مل سکا۔ نہ مضمون میری اپنی طبیعت کے مطابق تیار ہو سکا۔ ان کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ۱۹۴۷ء تک کا سارا ریکارڈ تقسیم ہند کے وقت قادیان میں رہ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے معین اعداد و شمار دینے مشکل تھے جب مکرم اشرف صاحب مدیر خالد کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے کچھ واقعات درج کئے ہیں۔ لیکن یہ سب صرف یادداشت سے کام لیکر کیا ہے۔ بہت سے اہم واقعات جن کا ذکر نہایت ضروری ہے۔ اور جن کی وجہ سے خدام الاحمدیہ کی خدمات زیادہ شاندار طریق پر سامنے آسکتی ہیں (اور ایسے واقعات ہر سال ہوتے رہے ہیں) وہ درج نہیں ہو سکے جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سالانہ اجتماع کے بعد پوری محنت سے گزشتہ ریکارڈ فراہم کر کے خدام الاحمدیہ کے بیس سال کے کام کا مختصر جائزہ تاریخ وار پیش خدمت کیا جا سکے گا۔ امید ہے قارئین کرام اور مدیر صاحب خالد اس وعدہ کی موجودگی میں میری یہ معذرت ضرور قبول فرمائیں گے۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔ (سید عبدالباسط نائب معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

۱۹۳۸-۱۹۳۹ء

مصری کے جواب میں ٹریکٹ شائع کئے گئے جو بہت مقبول

سے ۳۱ مئی تک عشرہ وصیت منایا گیا حلقہ مسجد مبارک میں نائٹ سکول کھولا گیا۔ خدام نے حضور کی خدمت میں جانی و مالی قربانی کرنے کی نذر پیش کی چھ وقارِ عمل منائے گئے خدام الاحمدیہ کا بیج تیار ہوا۔ دسمبر میں قادیان کی مردم شماری کی فہرست مکمل کی گئی۔ ۲۵ دسمبر کو پہلا سالانہ اجتماع مسجد نور میں منعقد ہوا۔

۱۹۳۹-۴۰ء

صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر منتخب ہوئے مجلس کے لئے مستقل عملہ رکھا گیا۔ دفتر حاصل کیا گیا۔ اپریل میں حضور نے توسیع مساجد کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی۔ اور یہ کام خدام الاحمدیہ کے سپرد فرمایا۔ دستور اساسی مرتب ہوا۔ اور حضور سے منظوری لی گئی۔ حضور نے تحریک خدام الاحمدیہ سے متعلق متعدد خطبات میں لائحہ عمل تجویز فرمایا تعلیم بالغاں کا منظم طور پر کام شروع کیا گیا۔ ۳۰ مارچ ۲۵ مئی ۲۷ جولائی ۲۸ ستمبر ۲۹ نومبر اور ۲۵ جنوری کو اجتماعی وقارِ عمل ہوئے جنہیں مجموعی طور پر ۶۸۰۰۰ مکعب فٹ مٹی ڈالی۔ اور ایک میل لمبی سڑک بنائی۔ لوائے خدام الاحمدیہ تیار ہوا۔ ۲۵ دسمبر کو دوسرا سالانہ اجتماع ہوا۔ لوائے احمدیت کی حفاظت خدام الاحمدیہ کے سپرد کی گئی۔ خلافت جوبلی علم انعامی مجلس خدام الاحمدیہ کیرنگ (اڑیسہ) نے حاصل کیا۔

۱۹۴۰-۴۱ء

قادیان کے نوجوانوں کی خدام الاحمدیہ میں شمولیت لازمی قرار دی گئی۔ ۸۷ نئی مجالس قائم ہوئیں۔ موضع بیری میں وقارِ عمل ہوا۔ مرکز میں پانچ وقارِ عمل ۲۸ مارچ ۳۰ مئی ۲۶ ستمبر ۲۸ نومبر اور تیس جنوری کو منائے گئے جس میں ۵۰۰۰ فٹ لمبی اور ۱۶ فٹ چوڑی سڑک تیار ہوئی۔ کشتی نوح ضرورۃ الامام اور لیکچر سیالکوٹ کا امتحان

خدام الاحمدیہ میں مدغم کیا گیا جلسہ سالانہ پر تحریک خدام الاحمدیہ سے متعلق آٹھ پوسٹر شائع کئے گئے۔ یوم تحریک جدید منایا گیا اطفال الاحمدیہ کا بیج تیار کیا گیا مجلس خدام الاحمدیہ گوجرانوالہ نے خلافت جوبلی علم انعامی حاصل کیا۔

۱۹۴۱-۴۲ء

۶-۷ فروری کو تیسرا سالانہ اجتماع مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوا۔ ۲۷ مارچ ۲۹ مئی ۲۵ جولائی ۱۹ ستمبر ۲۷ نومبر ۲۹ جنوری کو وقارِ عمل منائے گئے فتح اسلام توضیح مرام مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت اور لیکچر لاہور کے امتحان ہوئے۔ ۱۹ نومبر کو یوم تحریک جدید منایا گیا تعمیر دفتر خدام الاحمدیہ کے لئے چندہ کی تحریک کی گئی تعلیم و تلقین کے دو ہفتے ۲۴ تا ۳۰ مئی اور ۲۲ تا ۲۸ نومبر منائے گئے خلافت جوبلی علم انعامی مجلس خدام الاحمدیہ چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودھا نے حاصل کیا۔

۱۹۴۲-۴۳ء

چار وقارِ عمل منائے گئے جس میں ۲۴۳۰۰ مکعب فٹ مٹی ڈالی گئی۔ ۷ نومبر کو ہفتہ تعلیم و تلقین شروع ہوا اطفال کے لئے دو کتب اخلاقِ احمد اور شمائل احمد تصنیف کر کے شائع کی گئیں۔ قادیان میں دفتر مرکزیہ کی تعمیر ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۶۱ ہجری بعد نماز عصر پانچ بجکر بتیس منٹ پر حضور نے سنگ بنیاد رکھا۔ سامنے کے چار کمرے تعمیر ہوئے ۱۷ اکتوبر کو بمقام سالانہ اجتماع دار الشکر کے میدان میں منعقد ہوا۔ صدر مجلس کے طور پر صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا انتخاب ہوا جلسہ سالانہ پر لوائے احمدیت کی حفاظت کی گئی مجلس خدام الاحمدیہ دارالرحمت نے خلافت جوبلی علم انعامی حاصل کیا۔

۱۹۴۳-۴۴ء

ان میں منتقل ہو گیا۔ قادیان میں خدام کی نماز باجماعت کی حاضری کا انتظام کیا گیا۔ اور اس سال اس پروگرام پر زور دیا گیا۔ قادیان میں حفاظت خاص کے سلسلہ میں ہر جمعہ اور دوسرے مواقع پر خاص انتظامات کئے گئے علم انعامی خدام الاحمدیہ لاہور نے حاصل کیا جلسہ سالانہ پر ڈیوٹیاں دی گئیں اور لوائے احمدیت کی حفاظت کی گئی۔

سنہ ۴۴-۴۵ء

خدام الاحمدیہ میں ہر احمدی نوجوان کی شمولیت لازمی قرار دی گئی۔ پانچ وقار عمل ۳۱ مارچ - ۲۶ مئی - ۲۸ جولائی ۲۹ ستمبر، یکم دسمبر اور ۳۰ جنوری کو منائے گئے ۳۲۵۰۰ مکعب فٹ مٹی ڈالی گئی قریباً دو میل لمبی سڑک کی مرمت کی گئی۔ اخلاق احمد۔ نظام نو۔ انقلاب حقیقی اور سیر روحانی کے امتحان ہوئے۔ بعض مرکزی عہدیداران کی بطور مبلغ یورپ کو روانگی۔ کمیونزم کے انسداد کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی بہشتی مقبرہ میں پہرہ کا انتظام کیا گیا۔ ظہور مصلح موعود کے متعلق جلسوں۔ ہوشیار پور۔ لاہور۔ لدھیانہ اور دہلی میں خاص خدمات بجا لائی گئیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ دار البرکات نے علم انعامی حاصل کیا۔ بر سر عام تمباکو نوشی کو روکنے کیلئے متعدد ذرائع اختیار کئے۔ معتمد کا تقرر بذریعہ نامزدگی منظور ہوا۔ حلف الفضول کی تحریک میں زیادہ سے زیادہ خدام شریک ہوئے۔ خدام الاحمدیہ کا دوورقہ الطارق کے نام سے شائع ہونا شروع ہوا۔

سنہ ۴۵-۴۶ء

خدام الاحمدیہ کی ضروریات کے لئے ایک جیپ گاڑی خریدی گئی۔ ضلع گورداسپور کے مختلف مقامات کے دورے کر کے ان میں بیداری پیدا کی گئی۔ علم انعامی دار البرکات قادیان کی مجلس نے حاصل کیا۔

سنہ ۴۶-۴۷ء

کیبنٹ مشن کی آمد پر حفاظت کے لئے دہلی میں انتظام کرایا گیا۔ علاقہ میں فسادات کا آغاز ہو چکا تھا۔ مرکز کی حفاظت کے لئے خدام پہرے کی ڈیوٹیاں دیتے رہے۔ امن قائم رکھنے کے لئے قیام امن کا صیغہ قائم کیا گیا۔ اس سارے سال میں انہی امور کی طرف توجہ رہی۔ اور تمام کام خدام الاحمدیہ کے ذریعہ ہوتا رہا علم انعامی مجلس کراچی نے حاصل کیا۔

سنہ ۴۷-۴۸ء

تقسیم ہند کی وجہ سے مختلف مقامات کی مردم شماری اور نقشے تیار کئے گئے اور اس سلسلہ میں مختلف اور اہم ڈیوٹیاں انجام دی گئیں۔ یہ سارا سال فروری سے لیکر نومبر تک انہی انتظامات میں گذرا۔ پناہ گزینوں کی حفاظت اپنے شہر کی حفاظت مستورات کا انخلاء وغیرہ ہر قسم کے امور میں خدام الاحمدیہ ہر قسم کی مشکل ڈیوٹی بجا لاتے رہے۔

سنہ ۴۸-۴۹ء

خدام الاحمدیہ کی از سر نو تنظیم کی گئی۔ بکھری مجالس کو جمع کیا گیا۔ کشمیر کے محاذ پر رضاکار بھجوانے کا کام ہوا۔ تعمیر دفتر مرکزیہ کے لئے پچاس ہزار روپیہ جمع کرنے کی تحریک جاری کی گئی۔

سنہ ۴۹-۵۰ء

رضاکاروں کی بھرتی جاری رہی۔ اور مجلس کی تنظیم کے لئے کوشش ہوئی۔ ۳۰-۳۱ اکتوبر اور یکم نومبر کو ربوہ میں پہلا سالانہ اجتماع منعقد ہوا جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے صدارت خدام الاحمدیہ کے اختیارات اپنے

ذمہ لے لئے۔ اور صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نائب صدر مقرر ہوئے خدام الاحمدیہ کا مرکزی دفتر لاہور سے ربوہ میں منتقل ہو گیا۔ دونوں سالانہ جلسوں کے لوائے احمدیت کی حفاظت کے علاوہ مہمانوں کی خدمت کی جاتی رہی۔

سنہ ۵۰-۵۱ء

کتاب دعوۃ الامیر کا امتحان ہوا۔ یوم تحریک جدید منایا گیا۔ یوم مسجد واشنگٹن منایا گیا۔ فرقان فورس کے خاتمہ پر ربوہ مجاہدین کا استقبال کیا گیا۔ پریڈ اور مارچ پاسٹ ہوا۔ یوم سالانہ اجتماع منایا گیا۔ سیلاب آنے پر ہر جگہ عموماً اور ربوہ میں خصوصاً سیلاب زدگان کی خدمت کی گئی سڑک مابین ربوہ و احمد نگر جو سیلاب سے ناقابل استعمال ہو چکی تھی۔ اس پر وقار عمل منا کر ایک ہی دن میں اُسے آمد و رفت کے قابل بنا دیا۔ ۲۲۰۰۰ مکعب فٹ مٹی اور ۲۵۰۰ مکعب فٹ پتھر ڈال کر ایک میل لمبی سڑک تیار کی گئی۔ ریلوے لائن مابین ربوہ و لالیاں کی مرمت کے سلسلہ میں وقار عمل منایا گیا۔ اور یہ پٹڑی تیار کی گئی خدام الاحمدیہ کا دسواں سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ ۲۴ر اکتوبر تا ۷ر نومبر پہلی تربیتی کلاس منعقد کی گئی جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مہمان نوازی کے علاوہ لوائے احمدیت کی حفاظت کی گئی جماعت کی مردم شماری کرائی گئی۔

سنہ ۵۱-۵۲ء

پاکستان کی حفاظت کے لئے احمدی نوجوانوں کی خدمات ایک ریزولیوشن کے ذریعہ حکومت کو پیش کی گئیں۔ دستور اساسی پر نظر ثانی کے بعد اس کی اشاعت کی گئی۔ خدام الاحمدیہ کے لئے نیا لٹریچر تیار کیا گیا۔ اپریل اور اکتوبر میں دو تربیتی کلاسیں ہوئیں۔ ربوہ کے ماحول میں اصلاح و ارشاد کا خاص کام کیا گیا۔

سنہ ۵۲-۵۳ء

دفتر مرکزیہ کی بنیاد حضور نے ۵ر فروری کو رکھی۔ ۵ر اپریل کو حضور نے دفتر کا افتتاح فرمایا۔ اکتوبر میں رسالہ خالد کا اجراء کیا گیا" ہر خادم کوئی نہ کوئی ہنر ضرور سیکھے" کی تحریک کی گئی۔ خدام کو تیراکی اور کشتی رانی کی مشق کروانے کے لئے دو کشتیاں بنوائی گئیں۔ اور روئنگ کلب جاری کر کے پنجاب روئنگ ایسوسی ایشن سے اس کا الحاق کیا گیا۔ علم انعامی حاصل کرنے کے معیار مقرر کئے گئے ذرائع پر نظر ثانی کی گئی۔ دفتر مرکزیہ کی چار دیواری بنوائی گئی۔

سنہ ۵۳-۵۴ء

لوائے احمدیت کے لئے نیا کپڑا تیار کرانے کے لئے صحابہ کے ذریعہ کپاس تیار کروائی گئی۔ جماعت کے خلاف عام فسادات میں ہر جگہ جماعت کے افراد کی حفاظت کیلئے خدام نے ڈیوٹیاں دیں۔ مرکز میں خاص انتظامات کے تحت پہرہ دیا گیا۔ علم انعامی مجلس کراچی نے حاصل کیا۔ مجالس کو بیدار کرنے کے لئے مختلف اضلاع مختلف مہتمین کے سپرد کئے گئے تاکہ وہ ان میں بیداری پیدا کریں۔

سنہ ۵۴ء

سیلاب کی تباہ کاریوں کے موقعہ پر سیلاب زدگان کی امداد۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ربوہ سے ایک سو معماروں اور مزدوروں کا گروپ لاہور بھجوا کر ۷۵ مکانات بنوائے ضلع ملتان میں بھی مکانات کی تعمیر کی گئی۔ خدام الاحمدیہ کا سال فروری کی بجائے یکم نومبر سے شمار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسلئے یہ سال صرف نو مہینے کا تھا۔

سنہ ۵۴-۵۵ء

مکرم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی خدام الاحمدیہ سے

فراغت کے موقعہ پر الوداعی تقریب جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حسبِ دستور مختلف فرائض ادا کئے گئے۔ پاکستان میں دردناک سیلاب اور زلزلہ کوئٹہ کے موقعہ پر سیلاب اور زلزلہ زدگان کی عملی امداد کی گئی۔ ضلع شیخوپورہ، لائلپور اور سیالکوٹ میں امدادی پارٹیاں بھجوائیں۔ خدام الاحمدیہ نے گیارہ سو روپیہ سے زائد اس غرض کے لئے خرچ کیا۔ مشعلِ راہ پر نظر ثانی کی گئی۔ موٹر بوٹ خریدی گئی۔ حضور کے یورپ تشریف لے جانے پر مکرم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب قائمقام نائب صدر مقرر ہوئے۔ شعبۂ مجالسِ بیرون کا قیام کیا گیا۔ خلافت جوبلی علم انعامی مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے حاصل کیا۔ دفتر مرکزیہ میں دو مزید کمرے تیار ہوئے۔ سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ جلسہ سالانہ پر حسب سابق خدمات ادا کی گئیں۔

سنہ ۵۵-۵۶ء

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے علم انعامی حاصل کیا۔ شہری مجالس میں مجلس کراچی اول اور مجلس کوئٹہ دوم رہی۔ دیہاتی مجالس میں مجلس نصرت آباد اول اور چک ۹۸ شمالی سرگودھا دوم آئی۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حسب سابق خدمات ادا کی گئیں۔ ماہنامہ خالد کا ربیع نمبر شائع کیا گیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سفرِ یورپ کا مختصر البم شائع کیا گیا۔ خالد کا مسیح موعود نمبر شائع ہوا۔ ریلوے اسٹیشن ربوہ پر گرمیوں میں ٹھنڈے پانی کا انتظام کیا گیا۔ مجلس کراچی کی طرف سے امسال کئی مرتبہ غرباء میں تقسیم کرنے کے لئے پارچات اور گھی وغیرہ بھاری تعداد میں موصول ہوئے جنہیں غرباء میں تقسیم کیا گیا۔ خالد کا خلافت نمبر نکالا گیا۔ مکتبہ خدام الاحمدیہ کا قیام ہوا۔ سالانہ اجتماع کے موقعہ پر منافقین سے بیزاری اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے گہری عقیدت اور جاں نثاری کی قرارداد منظور کی گئی۔ دستورِ اساسی پر نظر ثانی کر کے تیسری مرتبہ شائع کیا گیا۔

سنہ ۵۶-۵۷ء

جلسہ سالانہ پر حسب سابق خدمات بجا لائی گئیں۔ لوائے احمدیت کی حفاظت کی گئی۔ خدام الاحمدیہ کراچی نے علم انعامی حاصل کیا۔ کراچی، حیدرآباد، خیرپور، کوئٹہ میں تربیتی کلاسیں اور سالانہ اجتماع منعقد ہوئے۔ رسائل خلافت کے امتحان میں خدام شریک ہوئے۔ سیالکوٹ کی کچھ جماعتوں کی مجالس کا تربیتی دورہ کروایا گیا۔ خطرناک سیلاب آنے کی وجہ سے احمد نگر اور دوسرے مواضعات میں سیلاب زدگان کی فوری امداد کے لئے پارٹیاں بھجوانے اور خوراک بہم پہنچانے کے علاوہ ریلوے پُل کو خطرے سے محفوظ کیا جس کے لئے ۲۵۰ خدام نے چند گھنٹوں میں ۸۰۰۰ مکعب فٹ پتھر ڈالا۔ ضلع سیالکوٹ میں مقامی طور پر امداد کے علاوہ مرکز سے پانچ معمار مکانات کی تعمیر کے لئے بھجوائے گئے جنہوں نے بارہ دن وہاں کام کیا۔ سترھواں سالانہ اجتماع چند روز تک منعقد ہو رہا ہے۔

قدرتِ ثانیہ اور خدام الاحمدیہ

(از مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو اپنی وحی کے ذریعہ یہ خبر دی کہ اب آپ کا زمانہ وفات قریب ہے تو آپ نے ۱۹۰۵ء میں ایک مختصر سا رسالہ الوصیت تصنیف فرمایا جس کے شروع میں ہی آپ نے اللہ تعالیٰ کی دو قدرتوں کا ذکر فرمایا ہے ایک قدرت تو ارسالِ مرسلین ہے کہ جو آکر اس دنیا میں راستبازی پھیلاتے ہیں وہ تخم ریزی تو اپنے مقدس ہاتھوں سے کر دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس کی کامل تکمیل ان کے ہاتھوں سے نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات اور ایسے حالات میں ان کو وفات دیتا ہے کہ مخالفوں کو طعن و تشنیع کا موقعہ ملتا ہے لیکن جب مخالف ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے چنانچہ اس دوسری قدرت کے لئے آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی مثال دی ہے کہ جب بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور دوسری طرف آنحضرت صلعم کی وفات بے وقت سمجھی گئی اور صحابہؓ مارے غم کے دیوانہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو کھڑا کر کے اپنی قدرت کا دوبارہ نمونہ دکھایا۔ اور اس وعدہ کو پورا فرمایا۔ ”وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا“ (سورۃ نور)

اس کے بعد حضورؑ فرماتے ہیں :-

”سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں

دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت آ نہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔“ (الوصیت)

حضورؑ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ :-

۱۔ انبیاء کی آمد خدا تعالیٰ کی قدرتِ اولیٰ ہوتی ہے
اور ان کی وفات پر جب خود جماعت کے لوگ
بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ
جاتی ہیں تو خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی
زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے۔ جیسے حضرت
ابوبکرؓ۔

۲۔ "قدرتِ ثانیہ" جماعت کو تمکنت عطا کرتی ہے
جیسا کہ آیتِ استخلاف سے واضح ہے۔

۳۔ قدرتِ ثانیہ آپ کی وفات کے بعد جماعت کو
ملنی تھی۔

۴۔ وہ دائمی ہوگی۔ گویا نبوت کی نعمتوں کا ایک تسلسل
ہے۔ محض کوئی ایک فرد نہیں ہے کہ اہلِ پیغام
اسے آئندہ زمانہ میں کسی فردِ واحد کی صورت میں
تلاش کریں۔ بلکہ یہ خدا کی "مستقل نعمت" ہے اور
آئندہ زمانہ میں بھی افراد اس کے مظہر ہوں گے۔

۵۔ "یہ قدرتِ ثانیہ" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی
زندگی میں جماعت کے سامنے نہ تھی۔ (یہاں انجمن
کی صاف نفی ہوتی ہے۔)

ان نتائج سے یہ ظاہر ہے کہ قدرتِ ثانیہ سے مراد
خلافت ہے اور یہی نعمت مسلم کو اسی وقت مل سکتی تھی
جب پھر بروزِ محمدؐ قدرتِ اولیٰ کی صورت میں ظاہر
ہو۔ انجمنوں کی تشکیل اور افراد کے باہمی جوڑ توڑ سے
یہ نعمت حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وحدت کے ایسے ہاتھ
کو یہ ایک دفعہ بری طرح جھٹک چکے تھے اور اس
وقت تک عالمِ اسلام کی شیرازہ بندی نہیں ہو سکتی تھی
جب تک کہ وہ اس نعمت کو پھر اس قدرتِ اولیٰ کے
تسلسل میں نہ پائیں۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی
ہے:۔

تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللہ ...

...... ثم تکون خلافۃ علیٰ
منہاج النبوۃ ما شاء اللہ ...
...... ثم تکون ملکاً عاضاً
فتکون ما شاء اللہ ثم تکون
خلافۃً علیٰ منہاج النبوۃ۔
(مشکوٰۃ کتاب الفتن)

ترجمہ: مسلمانو! جب تک خدا چاہے گا
تم میں نبوت رہے گی۔ پھر نبوت کے
بعد نبوت کے طریق پر خلافت ہوگی اس
کے بعد ملوکیت ہوگی۔ اور جب تک خدا
چاہے گا یہ رہے گی۔ پھر خلافت
ہوگی نبوت کے طریق پر۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ملوکیت اور تنزل کے
زمانہ کے بعد پھر مسلمانوں کو منہاجِ نبوت پر خلافت
عطا ہوگی۔ پہلے یہ قدرتِ ثانیہ قدرتِ اولیٰ کے
تسلسل میں عطا ہوئی تھی۔ پھر اس نعمت کے انقطاع
پر قدرتِ ثانیہ اسی طرح خدا تعالیٰ کی سنت کے مطابق
قدرتِ اولیٰ کے تسلسل میں عطا ہوگی۔ اس نتیجہ پر ہم ہی
نہیں پہنچے کہ قدرتِ ثانیہ سے مراد خلافت ہے۔
ہمارے بچھوڑے ہوئے بھائی بھی اسی نتیجہ پر پہنچے
تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے
بعد جب انہوں نے بھی حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو
خلیفہ مانا تو اس کا اعلان ان لفظوں میں کیا۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان
میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے
وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت
کے مطابق حسبِ مشورہ معتمدین
صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و
اقربا حضرت مسیح موعود اجازت

حضرت اُمّ المومنین کُل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اُس وقت بارہ سو تھی والامناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نورالدین سلّمہٗ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔" (بدر ۲ رجون ۱۹۰۸ء)

پس ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک جب حضور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی ہے اور پھر اس کے بعد بھی، تمام جماعت یہی سمجھتی تھی کہ حضور کی تصنیف الوصیت میں جس قدرتِ ثانیہ اور جس نظام کا ذکر تھا اس کی پہلی تعبیر حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے ذریعہ ہوئی۔ اور وہ قدرتِ ثانیہ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس لئے ظہور میں آئی ہے تا مخالفوں کی جھوٹی خوشیوں کو پامال کیا جائے۔ اور جماعت کے گرتے ہوئے دلوں کو تھام لیا جائے۔ تو اب ہم قدرتِ ثانیہ کا انکار کر کے کیوں جمعیت کو پراگندہ کریں۔ کیوں مخالفین کی خوشیوں میں اضافہ کریں۔ اور یاد رکھئے "خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" قدرتِ ثانیہ نے تو الٰہی تقدیر کے ماتحت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہنا ہی ہے ہمارا بھی فرض ہے کہ اگر ہم اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے مبارک دور کی برکتوں سے متمتع ہونا چاہتے ہیں تو ہم بھی ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں۔

احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہر قیمت پر جماعت کے ساتھ رہنے اور امام کی اطاعت کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں تو یہاں تک فرمایا:۔

مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ شِبْرًا

فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ عَنْ عُنُقِهٖ"

کہ جو جماعت کی تنظیم سے بالشت بھر بھی باہر ہوا اس نے تو جماعت کا حلقہ اپنی گردن سے اُتار دیا۔

خدّامِ بھائیو! اب آپ کے عہد میں خلافت سے وابستہ رہنا بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ انفرادی لحاظ سے اور مجموعی لحاظ سے ہم ہر وقت یہ ذہن نشین رکھیں کہ سلسلہ کی "فعّال قوّت" یعنی خدام نے ہمیشہ یہ سنہری اصل سامنے رکھنا ہے۔ یاد رکھئے خلافت وہ "حبل اللہ" ہے جس کے ذریعہ آپ نبوّت کی نعمت کو تازہ رکھ سکتے ہیں۔ یہ تسبیح کا وہ مضبوط شیرازہ ہے جو موتیوں کو بکھرنے اور خاک آلود نہیں ہونے دیتا۔ سینکڑوں برس کے بعد پھر یہ دَور ایک مامور کے ذریعہ ہمیں نصیب ہوا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم خدا کی اس نعمت کی کیا قدر کرتے ہیں، اور ہر وہ ہاتھ جو اس شیرازہ کو توڑنے کے لئے اُٹھتا ہے ہم اس سے کیا سلوک کرتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا منصب سلطان القلم اور ہم

جماعتی صحافت کی بہتری کیلئے ضروری تجاویز

(از مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان، ایڈیٹر ہفت روزہ آزاد نوجوان مدراس)

ایڈیٹر صاحب رسالہ "خالد" ربوہ نے خواہش کی ہے کہ خالد کے خاص نمبر کے لئے میں اپنا کوئی مضمون بھیج دوں۔ لہذا اپنے دوست کی خواہش پر یہ چند سطور لکھ رہا ہوں :-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی جہاں اور بھی نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہاں قرآن مجید نے ایک نشانی یہ بیان فرمائی۔ "وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ" کہ کتب اور رسالے پھیلا دیئے جائینگے۔ اس قرآنی بشارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضور کا زمانہ علم و حکمت کا دور ہوگا، اور اس دور میں قلم کو ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سلطان القلم ہونے کا دعوئی بھی اس امر کی ایک دلیل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نوک قلم نے ادیان عالم میں ایک انقلاب عظیم برپا کیا۔ حضور کے علمی اور قلمی کارنامے ایک معجزہ سے کچھ کم نہیں ہیں جماعت کے بزرگوں نے بھی حضرت سلطان القلم کے علم و عرفان سے ایک ایسا فیض حاصل کیا کہ ان کے قلموں نے بھی علم و حکمت کے دریا بہا کر چھوڑے ہمارے

نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ بھی حضرت سلطان القلم کے علمی و قلمی خزانہ کے وارث بنیں۔ ضرورت اس چیز کی ہے کہ ہمارے نوجوان اپنے اندر اپنے فرائض کا احساس پیدا کریں اور پھر عملی رنگ میں اپنے فرائض کو ادا کرتے چلے جائیں۔

خاکسار اس فتح نصیب جرنیل حضرت سلطان القلم کی فوج کا ایک ادنےٰ سپاہی ہے جس کے حصہ میں قلمی جہاد آیا۔ یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ آج جنوبی ہندوستان میں ہم اخبار آزاد نوجوان کے ذریعہ قلمی جہاد میں سرگرم ہیں آج ہماری قلمی قوت کا یہ عالم ہے کہ ہماری مخالفت پر تلے ہوئے نادان دوست اور دشمن دونوں ہمارے سامنے عاجز ہیں۔ اور حضرت سلطان القلم مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا قائم کردہ۔ SOUTHERN PEN COMMAND قومی، مذہبی، ایمانی اور روحانی خزانے لٹا رہا ہے۔ الحمد للہ، ثم الحمد للہ! ہمارا قلمی کاروان بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ انشاء اللہ وہ دن قریب ہیں جب اسلام کا پرچم اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ زمین کے کناروں

تک لہرائے گا۔ اور وہ دن حقیقی معنوں میں "ہماری فتح اور غلبہ" کے دن ہوں گے۔

میرا اپنا ناچیز خیال یہ ہے کہ ہم اپنے اخبارات رسالے اور جریدوں اور کتابوں اور لٹریچر کا رنگ و روپ ہی بدل دیں۔ ترقی یافتہ قومیں ہمیشہ ترقی یافتہ ذریعوں کی قائل رہی ہیں۔ ایک بڑی کمی ہماری جماعت میں اسوقت یہ ہے کہ ہمارے اخبارات اور رسالے اُسی قدیم طرز پر آج تک شائع ہو رہے ہیں جسکو بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ طباعت اور اشاعت کے ہمیں جدید طریقے استعمال کرنے چاہئیں۔

آج کی صحافتی دنیا میں PICTORIAL JOURNALISM کو ایک غیر معمولی مقام حاصل ہے انسان کے نفسیاتی رجحان کا اگر اندازہ لگایا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ موجودہ دنیا میں "لمحہ لاکھ روپوں" کا ہوگیا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے صحافی اس نتیجہ پر اُتر آئے ہیں کہ صحافت کی تحریری شکل کے ساتھ ساتھ اس میں تصویری کیفیت کا بھی اضافہ کیا جائے۔ دنیا کے بڑے بڑے اخبار آج مضامین کے علاوہ تصاویر بھی شائع کرنے لگے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوا ہے کہ جو لوگ لمبے لمبے مضامین پڑھنے کا وقت نہیں رکھتے وہ ان شائع شدہ تصاویر سے زمانہ کی رفتار اور ترقی کا فوری مطالعہ اور اندازہ کر لیتے ہیں۔ اس سے نہ صرف انسانی دل و دماغ پر ایک فوری اثر ہوتا ہے بلکہ اخبارات کا Get up بھی اپنے اندر ایک ایسی خوبی پیدا کر لیتا ہے جس سے اس کی مانگ اور مقبولیت بڑھ جاتی ہے۔

بحیثیت اخبار نویس میرا اپنا ذاتی تجربہ بھی یہی ہے کہ جتنی مقبولیت ایک باتصویر شمارہ کو حاصل ہوتی ہے اتنی مقبولیت ہماری موجودہ طرز صحافت کو حاصل نہیں ہوتی۔

دنیا میں باتصویر اخبارات اور رسالے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ اور ان کی اشاعت بھی خوب پھیل چکی ہے۔

دنیا والوں کی مذہب سے بے خبری کا آج یہ عالم ہے کہ ہر قسم کے رسالے اور اخبارات دنیا میں بڑی بڑی اشاعتوں کے مالک ہیں۔ اور مذہبی رسالے ان سے بہت پیچھے پڑے ہیں۔ اس کی ایک بھاری وجہ یہ ہے کہ مذہبی رسالے اور اخبارات نے روحانی کمی کو پورا کرنے کی تو ضرور کوشش کی لیکن وقت اور وقت کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ اگر ضرورتِ وقت کے لحاظ سے ہم بھی اپنے رسالوں اور اخبارات کو ایک نیا Get up دیں اور ان میں وہ صحافتی جدت journalistic turn and twist پیدا کریں اور اپنے News and views کو زیادہ Topical and timely بنائیں تو ہمارے اخبارات بھی اپنے تو اپنے، اغیار میں بھی زیادہ مقبول ہو جائیں گے۔

اگر ہم حضرت سلطان القلم کے سچے جانشین ہیں اور ہم قرآن مجید کی اس بشارت کی حقیقت "وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ" (التکویر ع ۱) کو سمجھنے والوں میں سے ہیں تو ہمیں چاہئیے کہ ہم اس کمی کو اپنی صحافت میں پورا کریں۔ انشاء اللہ اگر یہ کمی پوری ہو گئی تو پھر ہمارے اخبارات میں وہ جان پڑ جائے گی جس سے نہ صرف ان کی اقتصادی پوزیشن سنبھل جائے گی بلکہ ان کا تبلیغی مشن بھی بے نظیر کامیابی حاصل کرے گا۔

میں چاہتا ہوں کہ ہمارے اخبار نویس حضرات اس کمی کی طرف توجہ دیں۔ یہ کام ہماری انفرادی کوششوں سے کامیاب رنگ ...